1346

اِنَّ اللّٰہ وَمَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیّ

الحمد للہ والمنۃ کہ دریں ایام سعید و دوران حمید کتاب فیض اکتساب الموسوم بہ

ارمغانِ منقبت

معروف بہ

دیوانِ سیف

مصنفہ جناب مولوی محمد شریف صاحب متخلص بہ سیف متوطن قصبہ محمود آباد عرف نکٹو تلمیذ جناب بلبلِ گلزار سخن و حیدر زمین شیریں بیانیہ سخنوری حضرت قبلہ و کعبہ اُستادی جناب حافظ عالمگیر خاں صاحب کیف

باہتمام خاکسار حافظ فیاض الدین

ابو العلائی اسٹیم پریس آگرہ میں طبع ہوا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اتنی قربت پر سمجھ سے دور ہے پانا تیرا — تجھکو سب کچھ جانکر کچھ بھی نہ پہچانا تیرا

حق ادا کب ہو سکا تیرا خدائے جزو کُل — حق تو یوں ہے حق خدائی نے یہ پہچانا تیرا

رازقِ مطلق ہے تو ہے رزق کُل کا تیرے ہاتھ — خالق برحق ہے تو برحق ہے فرمانا تیرا

تیرا بندہ اور کہا تیرا نہ مانے کیا مجال — ہے وہی بندہ تیرا جس نے کہا مانا تیرا

اک خطا کیا کل خطائیں اسکے آگے ہیچ ہیں
بے سبب کب ہے عطا پہ بہت اترانا تیرا

جس کو دیا جو کچھ دیا تو نے ہی اپنا دیا — تو نے کسی سے کیا لیا تجھکو کسی نے کیا دیا

بادِ سحر نے آکے جب ذکر تیرا سنا دیا — وجد میں آئے پھول پھل ذکر نے وہ مزا دیا

پھولوں کا حسن دیکھ کر عشق تیرا سوا ہوا — نالۂ عندلیب نے دردِ طلب بڑھا دیا

کس کے بڑھائے سے بڑھے جس کو یہاں گھٹا دیا — کس کے گھٹائے سے گھٹے تو نے جسے بڑھا دیا

سچ ہے بندہ بندہ ہی اور خدا خدا ہی ہے — لینے کو کچھ نہیں لیا دینے کو مصطفےٰ دیا
دشت میں کوہسار کو باغ میں سبزہ زار کو — اوس نے بڑے بہر ذکر شب کو وضو کرا دیا

٣
سیفؔ کو غم کے ہونے سی کیوں نہ خوشی کی آس ہو
اُس کو خوشی بھی دی بہت جس کو الم سوا دیا

الحمد کلام کبریا کا — دروازہ کھلا ہوا شفا کا
اللہ رے کلام کبریا کا — ہر بار ہے شوق انتہا کا
کہتی ہے خدائی سے ہر آیت — قرآن کلام ہے خدا کا
کرتا ہے دلوں کی اک صفائی — کیا پاک کلام ہے خدا کا
پاتا ہے سکون قلب مضطر — کیا چیز ہے ذکر ہی خدا کا
سینے میں جو رکھے ایسی نعمت — وہ سیکھے طریق اور گدا کا

٤
ہستی پہ ہو ناز جس کو اے سیفؔ
مضمون وہ دیکھے ہل اتنے کا

نعت شریف دیگر

جو پہنچا دے خدا تک وہ قرینہ ہے محمد کا — نہیں کچھ انتہا جسکی وہ زینہ ہے محمد کا
سوا اون کے کوئی کب عالم علم لدنی ہے — سمایا علم حق جس میں وہ سینہ ہے محمد کا
دیا وہ دل کہ جس پر نقش ہے الفت محمد کی — ملی ہے مہر وہ جسمیں نگینہ ہے محمد کا
ظہور فضل کیا شے ہے حقیقت ہے محمد کی — حصار عافیت کیا ہے مدینہ ہے محمد کا
ہمیں کچھ غم نہیں بحر خطا میں ڈوب جانیکا — کہ ہم بیٹھے ہیں جسمیں وہ سفینہ ہے محمد کا
وہ عالم کا دماغ جاں معطر کیوں نہ ہو جائے — کہ عطر قدرت باری پسینہ ہے محمد کا
الٰہی یہ دعا ہے سیفؔ ان کا تجھ کو کہلائے — کہے مخلوق مجھکو یہ کمینہ ہے محمد کا

روشن بیاں ہے نعتِ رسالت مآب کی — ہر صفحہ آفتاب ہے اپنی کتاب کا
ارمانِ دید اور رسالت مآب کا — اللہ رے حوصلہ دلِ خانہ خراب کا
کرنا پڑے گا منہ سے شہِ عالی جناب کا — رحمت دبا کے مانگیگی پہلو عتاب کا
بیتاب رکھے ہجر رسالت مآب کا — سُرمہ بھی ہو نصیب آنکھوں کو خواب کا
بیتاب ہو نہ طالبِ دیدار شوق میں — داخل ہے مصلحت میں نہ اُٹھنا حجاب کا
آکر یوں ہی نہ جائیگا ایمان مومنو — جیسے نہ آئے جاکے زمانہ شباب کا
عارف کو ماسوا سے غرض ہی نہیں کوئی — پاسِ طلب سے دور ہے طالب ثواب کا
چاہا انہیں کہ جنکی خدا کو بھی چاہ ہے — اللہ رے انتخاب میرے انتخاب کا
کب دیکھئے نصیب ہو دیدارِ مصطفیٰ — روتا ہے رات دن بھی چشمِ پُر آب کا
غفلت کسی طرح سے کبھی چھوڑتی نہیں — اے سیف جاگنے میں بھی عالم ہے خواب کا

دیگر

مناسب شانِ رفعت کے نہ تھا سایہ محمدؐ کا — اسی باعث سے سایہ بھی نہ دیکھا آپ کے قد کا
مری تعریف سے کیا بڑھ گیا رتبہ محمدؐ کا — حقیقت میں تو اس مطلع کو رتبہ ملگیا حد کا
تصدق سیکڑوں جانیں ہوں اُس پر لاکھ دل قرباں — کہ جس انساں کے دل میں درد ہو عشقِ محمدؐ کا
قیامت تک رہے باقی نہ کیونکر یہ اسی میں ہیں — الف ایمان کا دم بھر رہا ہے آپ کے قد کا
تیری تعریف کے قابل بشر کس شکل سے ہوتا — بشر اک خاک کا پتلا ہے تو نورِ مجرد کا
حقیقت میں بڑھے گی بالیقیں توحید ہی اتنی — بیاں جتنا بھی ہوگا حسنِ وصفِ پاک احمدؐ کا

زمانہ سے کہوں اے سیف پھر تصویر کیسی صورت
مری آنکھوں میں کھنچ جائے اگر نقشہ محمدؐ کا

لکھا کرتے ہیں وصف اس روئے روشن کی صفائی کا — کبھی پھیکا نہ ہوگا رنگ اپنی روشنائی کا
وسیلہ ہاتھ اچھا آگیا حاجت روائی کا — تیرے دستِ دعا کا کام چلتا ہے خدائی کا

تمھاری شکل ہی سے کبریا نے یہ کیا ظاہر ‏ کہ سب سے بڑھکے جلوہ ہے یہ شان کبریائی کا
قیامت تک بھٹکتا سیدھے رستے پہ نہیں آتا ‏ بڑا احسان ہے عالم پہ تیری رہنمائی کا
کوئی آسان ہے کیا بندگی کا حق ادا کرنا ‏ تیری خاطر بھرم رکھے گی اپنی جبہہ سائی کا
مٹا دے اضطراب اے دل کی حالت جاننے والے ‏ خدایا مجھپہ اپنا فضل کر صدقہ خدائی کا

تصدق سارا عالم سیفؔ اس بندہ نوازی کے
خدا کی شان بندہ اور کرے دعویٰ خدائی کا

یہاں ہے پست بالکل حوصلہ عالی خیالی کا ‏ خدا ہی جانتا ہے سیفؔ رتبہ ذاتِ عالی کا
پریشاں دیکھ کر شاہِ اُمم الطاف فرمادیں ‏ بھرم رہجائے یارب حشر میں آشفتہ حالی کا
تیرے نقشِ قدم پر جان کو شوقِ جاں نثاری ہے ‏ تیری راہ طلب میں فخر دل کو پائمالی کا
خدا شاہد ہے اسکو آپکا دیدار میں سمجھوں ‏ جو روضہ نبی نظر آجائے اے دل ذاتِ عالی کا

کیا ہے آپ نے ان پہ دلے سیفؔ دنیا میں
پسند آئے نہ کیوں تحفہ مجھے پھولوں کی ڈالی کا

تم حسنِ دو عالم ہو ہیں دیوانہ تمھارا ‏ تم شمع شبستاں ہو ہیں پروانہ تمھارا
پروانہ کو ہو شمع سے مطلب وہی کیوں ہو ‏ کیا شمع کی پروا کرے پروانہ تمھارا
پیتی ہے خدائی مے توحید یہیں سے ‏ دریائے کرم ہے در میخانہ تمھارا
نا فقر ہے دنیا سے تم اے سرورِ دیں ‏ شاہی میں بھی تھا رنگ فقیرانہ تمھارا
خالق نے کیا ختم نبوت کو تمھیں پر ‏ انداز نبوت تھا جدگانہ تمھارا

عشقِ شہ کونین سے لبریز رہے دل
خالی نہ رہے سیفؔ یہ پیمانہ تمھارا

اسکی نگاہِ لطف نے اہلِ نظر بنادیا ‏ جسکی سمجھ پہ تھی نظر اس نے تجھے دکھا دیا
حرفِ غلط کی طرح سے حرفِ دوئی مٹادیا ‏ وحدتِ حق کا خلق کو ایک سبق پڑھا دیا

شرک مٹا کے خلق کو عاشق حق بنا دیا
ایک دوا سے آپ نے سینوں کا مرض مٹا دیا

گل وہ کھلائے جابجا جس سے جہاں مہک اٹھا
دشت عرب کو آپ نے رشک چمن بنا دیا

عکس فگن وہ کچھ ہوا روئے منور آپ کا
تاروں طرح ہر طرف خلق کو جگمگا دیا

جس کا جواب ہی نہیں آپ نے وہ کتاب دی
جسکی مثال ہی نہیں دین وہ بے بہا دیا

پھر نہ کہیں خدائی میں اس کا جواب ہو سکا
آپ کے فیض خاص نے بندہ جسے بنا دیا

سارے بنا دیے بگاڑ آپ کی ایک بات نے
سارے اٹھا دیے حجاب ایک اگر اوٹھا دیا

عین عبادت خدا خواب بھی جس کا ہو گیا
سوتی ہوئی کو آپ نے یوں ہی اگر جگا دیا

شکر ہو کس زبان سے سیف خدائے پاک کا
آپ سا رہنما دیا آپ سا پیشوا دیا

محمد سے حق جانکر حق کو پانا
مگر آن کا رتبہ کسی نے نہ جانا

الٰہی تیری فضل کا کیا ٹھکانا
کہ آنسو سے نار جہنم بجھانا

جو کے سے طیبہ تو طیبہ سے کے
یوں ہی زندگی بھر رہے آنا جانا

ہمیں جتنا مشکل ہے جنت کا لینا
تمہیں اتنا آسان ہے جنت دلانا

میں عاصی ہوں اور شافع حشر تم ہو
تمہارا ہی ذمہ مرا بخشوانا

تمہاری رسائی سبھی جانتے ہیں حق تک
تمہیں خوب آتا ہے حق سے ملانا

سبھی کچھ ہے اک آپ کی پیروی میں
یہ چھوڑی تو اے سیف تو نے ہی جانا

میں امتی ہوں اس شہ عالی مقام کا
جنت کو اشتیاق ہے جس کے غلام کا

محشر ہے نام سب سے بڑے ازدحام کا
اس بھیڑ میں ہی کام ہے تیرے لطف عام کا

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر
اچھا پتہ ملا ہے تیرے احترام کا

دنیا سے خالی ہاتھ وہ جائے تو غم نہیں
دامن ہو جس کے ہاتھ میں آل عظام کا

محشر کا روز خلق خُدا کہتی ہے جسے وہ خاص دن ہے آپکے دربارِ عام کا
کیا اُس مقامِ خاص کی تعریف ہو سکے محمود حق نے نام رکھا جس مقام کا

اللہ کرے کہ سیفؔ مدینے پہنچ رہے
اللہ کرے نصیب ہو موقع سلام کا

یہہ شوق ہے حبیبِ خُدا کے محب کا آنکھوں میں دل سے آگیا ارمان دید کا
اون کے دہان پاک سے روزے کی عید ہے صدقے ہر ایک روزے پہ ہر روز عید کا
مقصد کے کہنے سُننے میں پردا نہیں رہا دیدار ہی سے لطف ہے گُفت و شُنید کا
خود تیری شکل تیری رسالت پہ ہے گواہ محتاج ہی نہیں تیرا دعوی اشہید کا

اے سیفؔ اوسکے فضل کے قربان جائیے
مژدہ ہے اور وہ بھی لَدَینا مزید کا

متفرقات

دیکھا تو ہوشیار بھی دیوانہ وار تھا جو تھا تمہاری بزم میں بے اختیار تھا
اس وقت کا خیال بھی دل میں نہ آنے پائے جس میں کہ رنج دوست مجھے ناگوار تھا
دیکھا میری طرف تو نہ دیکھا قصور کو بندہ اسی نگاہ کا اُمیدوار تھا
مجبور میں خطا پہ نہ تھا اے میرے کریم میرا قصور ہے کہ مجھے اختیار تھا
بھولے وہ قول جسکی ہمیں یاد فرض تھی توڑا وہ عہد جو کہ بہت اُستوار تھا
اب اضطراب شوق کا عالم ہی اور ہے پیغام وصل تھا کہ یہ دیدار یار تھا

اے دردِ دل مزا تو جبھی ہے کہ وہ کہیں
یہ سیفؔ بھی ہمارے لئے بیقرار تھا

بہر صورت مجھے اپنا جمالِ یار کر لینا کبھی بیخود بنا دینا کبھی ہشیار کر لینا

کہیں ایسا نہ کرنا جان سی پہلے چلا جائے
جو آیا ہے تو گھر دل میں خیالِ یار کر لینا

سوا تیرے نگاہیں غیر کی صورت نہیں دیکھیں
جمالِ یار محوِ لذّتِ دیدار کر لینا

کمالِ عاشقی کے ہم تو یہ معنی سمجھتے ہیں
کہ دل سے اک تیری یکتائی کا اقرار کر لینا

بسا لینا تجھے دل میں بہت دشوار صورت ہے
وگرنہ سہل ہے سب کو گلے کا ہار کر لینا

مزا جب ہے کہ ہاں دردِ دل ہر دم یوں ہی کدے
جہاں جھپکے پلک فوراً وہیں بیدار کر لینا

اسی سے اس کو صحت ہو رہے گی ایکدن آخر
یہ اچھا ہے کہ اپنا سیفؔ کو بیمار کر لینا

اکیلے دیکھنے کا لطف محشر میں کہاں ہوگا
ترا دیدار ہوگا اور ہجومِ عاشقاں ہوگا

ہے جیسے روح دل میں اس طرح تو نہاں ہوگا
وہ گھر تیرا ہی ہو جائیگا تو مہماں جہاں ہوگا

یہ مانا میں نے تیری یاد سے دل شاد رہتا ہے
پر آنکھیں شاد ہوں جس سے وہ جلوہ کب عیاں ہوگا

جسم کی حالت بہت اچھی تیری بیماری ہوگی
بڑھے گی قوتِ روحانیہ گر ناتواں ہوگا

ہماری معصیت پر جب تری یہ مہربانی ہے
تو پھر کیا جانئے طاعت پہ کتنا مہرباں ہوگا

یہی الفت بنے گی سختیوں کا آئینہ خانہ
کہ اک الفت میں صدہا صورتوں سے امتحاں ہوگا

جو چاہے سربلندی خاکساری ہی کئے جائے
وہ سیفؔ آہستہ آہستہ زمیں سے آسماں ہوگا

ہو کے رسوا عشق میں مشہور ان کا ہو گیا
بڑھ گئی اتنی بری حالت کہ اچھا ہو گیا

دل ہمیشہ کے لئے اس کا ٹھکانا ہو گیا
درد بھی ظالم ترا تیری تمنا ہو گیا

جس سے پھیری آنکھ تو نے پھر نہ کچھ سوجھا اسے
جس پہ ڈالی اک نظر تو نے وہ بینا ہو گیا

سب کے سب چار و نظر آئینہ ساں حیران ہیں
بزم تیری کیا ہوئی آئینہ خانہ ہو گیا

جس قدر دیوانگی بڑھتی گئی رسوا ہوئے
جس قدر رسوا ہوئے اتنا ہی پردا ہو گیا

لذتِ دردِ تمنا بے مزہ ہو جائے گی
یہ برا ہوگا اگر بیمار اچھا ہو گیا

بات تو یہ ہے کہ اک عالم ترا شیدائی ہے
اک نرالا سیفؔ ہی کیا تجھ پہ شیدا ہو گیا

اگر ملنا تجھے منظور ہوگا
تو تیرا دور رہنا دور ہوگا

جلا دے آتشِ اُلفت جلا دے
جلے گا دل تو رشکِ طور ہوگا

جسے جینے کی خواہش ہی نہ ہوگی
وہ مر جانے سے کیا رنجور ہوگا

محبت اختیاری شے نہیں ہے
محبت میں تو دل مجبور ہوگا

میں اس دن دل کو دل سمجھوں گا اے سیفؔ
کہ جس دن غم سے دل مسرور ہوگا

پھرا غیر سے رخ دلِ زار کا
یہ فیضان ہے جلوۂ یار کا

یہ کیا ہے تقاضا دلِ زار کا
کہاں یہ کہاں دیکھنا یار کا

دلِ زار اب دیکھتا ہے ترا
کہ ہے معرکہ جلوۂ یار کا

وہ جس حال میں ہیں ہمیں خوش ہے
محبت میں کیا گلہ یار کا

مجھے لے خوشی تجھ سے مطلب نہیں
مرے دل میں رہتا ہے غم یار کا

یہاں یہ طلب آج ہی دیکھ لیں
وہاں دن مقرر ہے دیدار کا

نظر سے ذرا دور رکھتے نہیں
یہ ہے پاس ان کو طلبگار کا

ترے حسن کا اور کچھ مول ہے
یہ کب حوصلہ ہے خریدار کا

حجابات کس طرح اٹھ جائیں سیفؔ
ابھی تو نہیں اہل اسرار کا

اے سیفؔ اگر ان کا وعدہ نہ وفا ہوتا
حد یہ تھی کہ مر جاتے یہی کیا ہوتا

گر تجھ سے محبت کا حق کچھ بھی ادا ہوتا
تو سیفؔ کوئی ترا ہوتا نہیں کیا ہوتا

اُلفت میں کوئی آخر قاتل تو نہیں ہوتا
اے دردِ طلب اُٹھ کر اس سے جو برا ہوتا

کیا کچھ تری فرقت میں مرے نہیں پشیمان ہیں | ارمان یہ کہتے ہیں کچھ اور جیا ہوتا
بیتابی دل ہے سہے پھر دم پہ بنا دیتی | گر درد ترا دل سے کم پھر بھی جدا ہوتا
اس پردے پہ دل قربان اس پردے پہ جاں صدقے | یہ شوق ہی کب ہوتا پردہ جو اٹھا ہوتا
یکتائی تیری آخر گھر کرکے رہی دل میں | یکتا جو نہ تو ہوتا میں بھی نہ جدا ہوتا
شکوہ بھی زباں پر ہے الفت کا بھی دعوی ہے | پیر دل میں رکھی ہوتی اسکو نہ رکھا ہوتا
تھوڑی بہت آبادی اس گھر کی اسی سے ہے | پر دل کی تھی بربادی گر غم بھی ہوا ہوتا
اے جان جہاں تجھ میں جو ہوتی نہ یکتائی | تو حشر سے پھر پہلے اک حشر بپا ہوتا

یوں جینے میں کیا جینا اس زیست سے کیا حاصل
مر مٹتے محبت میں اے سیف جیا ہوتا

بندگی کا حسن بڑھ کر حد سے بیحد ہو گیا | حمد کرتے کرتے احمد سے محمد ہو گیا
گر نہ تھے سچے نبی حضرت تو پھر اے منکرو | ایک بشر سے دین باطل کس طرح رد ہو گیا
چار سو اسلام پھیلا اور بھی بعد وفات | آپ کا تشریف لے جانا بھی آمد ہو گیا
رخ رہا دنیا کی جانب دل ہوا حق کی طرف | جو ملا تم سے وہی حرف مشدد ہو گیا

مثل آدم واسطہ جس نے محمد کا دیا
بس وہی اے سیف پورا اس کا مقصد ہو گیا

تائب کب اس امت کا سزاوار سزا تھا | توبہ ہی کی پھانسی میں گنہگاروں کا گلا تھا
بندہ کو تو ہم یہ نہیں کہتے کہ خدا تھا | پھر یہ تو کہیں گے کہ وہ سایہ سے جدا تھا
تو تاج ور کشور لولاک لما تھا | ہر حال میں تھے تیری سند کیا خدا تھا
ہادی کوئی تجھ سا تو نہ ہوگا نہ ہوا تھا | ذرہ بھی تیری راہ کا خورشید نما تھا
ہستی کا ایسی نقش سے پیدا ہوا نقشا | تکمیل دو عالم تیرا نقش کف پا تھا
محشر میں سیاہ کاری امت نہ رہے گی | یہ رشتہ نہیں قرآن کا جو سائے جدا تھا
[illegible] پرسش اعمال [illegible] | بس اتنی ہوں امت میں جو محبوب خدا تھا

کس طرح سے اللہ کا رستہ نہ بتاتا — یہہ دین تمہارا ہی تو نقش کف پا تھا
نیچا تو گناہوں نے جھکا یا ہی تھا لیکن — اونچا ہمیں کرنے کو تیرا دست دعا تھا

کس طرح سے بھاٹ محمد کا نہ بنتا
اے کیفؔ یہ جھنڈا مری قسمت میں لکھا تھا

وہ مرجع کل راہ بہر راہ نما تھا — قبلہ تھا جو دنیا کا وہ ہی قبلہ نما تھا
تھا فرق مبارک کے لئے تاج شفاعت — اور قد کے لئے جامۂ لولاک لما تھا
مسند کی اگر شان کو دیکھو تو سر عرش — تکئے کی حقیقت کو جو پوچھو تو خدا تھا
ہم دیکھ کے بخشش کو شفاعت سے کہیں گے — دیکھا وہ ہی آنکھوں سے جو کانوں سے سنا تھا
یہہ حشر بھی دنیا سے مٹایا تمہیں نے — ہنگامۂ کفار قیامت سے سوا تھا
آنا تیرا اللہ کی رحمت کا تھا آنا — ہونا تیرا موصول دو عالم کا صلا تھا
اس وقت بھی تم علم الٰہی میں یوں ہی تھے — جس وقت نہ تھا کچھ بھی جو کچھ تھا تو خدا تھا
اُمت کی شفاعت سے نبوت کا مزا ہے — وہ آپنے چکھا جو نبوت کا مزا تھا

مداح ترے وصف کی تھی روح بھی اسکی
یہہ کیفؔ ازل ہی میں تیرا مدح سرا تھا

اُسے بے مثل ہی رہنا پسند آیا محمدؐ کا — نہ رکھا اس لئے اللہ نے سایہ محمدؐ کا
حقیقت میں اُنہیں کی ذات فی الا مرجع کل ہے — دو عالم میں نہیں ہے کوئی ہمپایہ محمدؐ کا
بشر کی شکل میں یہہ نور حق سر الٰہی ہے — کسی کے فہم میں کب مرتبہ آیا محمدؐ کا
یہاں بھی کام آتا ہے وہاں بھی کام آئیگا — اس اُمت نے وسیلہ یہہ عجب پایا محمدؐ کا
بڑی عزت بڑی حرمت بڑی خوبی سے فرمایا — جہاں اللہ نے جو ذکر فرمایا محمدؐ کا
وہ پیدا کرنیوالا اور محمدؐ وجہ پیدایش — خدا کی مہر ہے یہ احسان خدا کا یا محمدؐ کا
نہ سمجھو ظلّ حق اُنکو تو پھر کیفؔ کیا سمجھو — کہ رب ہے ماننے قد اور سایہ ہی سایہ محمدؐ کا

اے خدا کے پیارے میرا سلام لینا
قربان میں تمھارے میرا سلام لینا

کونین میں تمھیں ہو کونین کا سہارا
کونین کے سہارے میرا سلام لینا

یوں کہہ کے کر رہے ہیں ہر شی سلام تم کو
اللہ کے پیارے میرا سلام لینا

ہر آسماں پہ ہر سو ہر نجم کہہ رہا ہے
عرش بریں کے تارے میرا سلام لینا

قسمت سے آستاں پر پہنچے تو کیفؔ بیکس
رو رو کے یوں پکارے میرا سلام لینا

محبوب خدا والیٔ امت ہوئے پیدا
مژدہ ہو کہ آج آیۂ رحمت ہوئے پیدا

لو آج وہ پیدا ہوئے گنجینۂ کونین
کونین میں سب جنکی بدولت ہوئے پیدا

در کھل گئے اُس رات کو سب فضل و کرم کے
جس رات شہنشاہِ نبوت ہوئے پیدا

ہر سمت سے اُس رات کو آتی تھیں صدائیں
لو بھیجو درود آپکے حضرت ہوئے پیدا

ہے شان رسالت کو شرف جنکی سبب سے
وہ فخر رسل شافع امت ہوئے پیدا

بگڑی ہوئی بن جائے گی اے کیفؔ ہماری
سلطانِ اُمم مہر شفاعت ہوئے پیدا

حق ہوا ظاہر بتوں کا پوجنا جاتا رہا
آپ کے آتے ہی ہر جھوٹا خدا جاتا رہا

دردِ عصیاں کہتے ہی یا مصطفےٰ جاتا رہا
نام ہی سے اُن کے دردِ لا دوا جاتا رہا

ایک محمد مصطفےٰ کا دم سلامت چاہیے
سب وہ دلوا دینگے لٹ کر میرا کیا جاتا رہا

ہم بدوں کو آسرا آپکی شفاعت کا تو ہے
نیکیوں کا آسرا جاتا رہا جاتا رہا

دینِ برحق آنکے سمجھا ہے تمھیں اے مہوشو
قاصدِ حق جنکے پاس آتا جاتا رہا

رحمتِ عالم سے سنکر مژدۂ لا تقنطوا
عاصیوں کو ڈر یہ بخشے جانے کا جاتا رہا

مست رہتا ہے مئے عشق نبی سے رات دن
بادہ خوار کیفؔ کا کب ان نشہ جاتا رہا

دیگر

ہمارا تمہارے سوا کون ہوتا / کرساتھی بڑوں کا بھلا کون ہوتا

بشر ہوکے اللہ سے ملنے والا / سوائے حبیبِ خدا کون ہوتا

نہ ہوتی اگر ذاتی والا تمہاری / تو پھر کہنے والا خدا کون ہوتا

نہ کرتے شفاعت جو تم عاصیوں کی / تو پھر ہم بُروں کا بھلا کون ہوتا

جو دارُوئے دردِ خطا تم نہ ہوتے / تو پھر اس مرض کی دوا کون ہوتا

بلا شبہ تو ہی حبیبِ خدا ہے / دو عالم میں ثانی ترا کون ہوتا

نہ ہوتے اگر وہ سرِ حشر حامی
تو پھر کیفِ بیکس ترا کون ہوتا

غزل

پیش اعدا ہم سرِ محشر نہ اترائیں گے کیا / ناز ہے جن پر شفاعت وہ نظر پائینگے کیا

آتشِ عشقِ نبی نے پھونک ڈالا ہے جنہیں / گرمیِ محشر سے وہ شیدائی گھبرائینگے کیا

اس سے بڑھکر اور کیا خوش ذائقہ ہوگی غذا / جب تمھارا غم نہ کھائینگے تو پھر کھائینگے کیا

شرم کے پردے میں صورت آپ ہی چھپ جائیگی / منہ دکھانیکا نہیں منہ انکو دکھلائینگے کیا

کون دیگا حشر میں کفار کو امن و اماں / اپنے ایماں کھونے والے غیر سے پائینگے کیا

جائیگی کیونکر گُلِ داغِ محبت کی بہار / یہ نرالے رنگ کے ہیں پھول مُرجھائینگے کیا

حشر میں تو سب حجابات آپ اُٹھ جائینگے کیفؔ
دیکھ لینا تم وہاں وہ تم سے چھپ جائینگے کیا

کرم کی شان کا اتنا ظہور ہوکے رہا / کہ اپنے عجز پہ مجھکو غرور ہوکے رہا

ہر ایک چیز میں آخر کو نور ہوکے رہا / تمہارے نور کا سب میں ظہور ہوکے رہا

کسی کی شان کریمی کے دیکھکر جلوے / قصوروار سے نادم قصور ہوکے رہا

تیرے کرم کے بھی قربان جائیے سو بار
کہ شوقِ عفو میں مجھ سے قصور ہو کے رہا

تیری جناب میں کی جس نے کچھ بھی گستاخی
وہ پاس رکھ کے بھی رحمت سے دور ہو کے رہا

بھڑک کے آتشِ الفت اسی جلا کے ہی
جلا کچھ ایسا کہ دل رشکِ طور ہو کے رہا

تمہارے نام پہ مرنا تو عین جینا ہے
جو یوں مرا ہے وہ زندہ ضرور ہو کے رہا

بہت سی صورتیں دیکھیں کھنچا رہا سب سے
مگر تمہارا دل ناصبور ہو کے رہا

خمار اوس کا اتر جائے سیفؔ کیا ممکن
شرابِ عشق تری پی ہے جو چُور ہو کے رہا

تو خاتمِ ایمان کا نگین بیش بہا تھا
عارض سے ترے گوہرِ دیں چمکا ہوا تھا

اللہ رے قربت میں تیری قربِ خدا تھا
جو تجھ سے جدا تھا وہ خدا سے بھی جدا تھا

تو فصل وہاں شوکتِ شاہانہ کا کیا تھا
دربارِ رسالت کا تجمل ہی جدا تھا

جو آپ کا فرمان تھا بالکل وہ بجا تھا
وہ آنکھوں سے دیکھا کہ جو کانوں سے سنا تھا

دنیا کی ترے خلق نے کایا سی پلٹ دی
جو دشمنِ جانی تھا وہی دوست ترا تھا

آخر کو یہ دم کیوں نہ بھرے تیری قدم کا
ثابت قدمی سے تری اسلام بڑھا تھا

دیتا تھا رخِ پاک نبوت کی شہادت
کچھ تیری رسالت کا تو عالم ہی جدا تھا

اے کاش یہ دل میں رہے پھر دل سے نکلکر
لب پر یہ نہیں آئے کہ ارمان ترا تھا

پھیلائی ہر اک گوشے میں توحید تمہیں نے
اس نے ورنہ یہ تھا شرک کہ گھر گھر میں خدا تھا

اے کاش یہ حسرت ہو کسی طرح سے پوری
اوس رستے کو چوموں جو قدم بوس ترا تھا

اے سیفؔ غزل تو یہ ہے جیس کا ہے نصیب
اے کیفؔ یہ جھنڈا میری قسمت میں لکھا تھا

پھر اس پایہ کا بندہ کوئی ہوگا نہ ہوا تھا
تو زیب دہِ جلوہ گہِ عرشِ خدا تھا

ہر آدمی ہر حال میں مصروفِ دعا تھا
سارا ہی گھرانہ تیرا اُمت پہ فدا تھا

یہ بھید کھلا نام محمد سے جہاں پر — ہر تار نفس حمد کے رشتے سے بندھا تھا
تھا فرش چٹائی کا نہ تھا اوسپہ بھی تکیہ — اللہ رے تیرا خواب کہ راحت سے جدا تھا
اک جملے کے معنی کئی ہر نقطے میں نکتہ — امی تھے مگر حق نے یہ کچھ علم دیا تھا
حق کی تھی نظر تجھ پہ نظر تیری تھی حق پر — مقصود خدا تو تیرا مقصود خدا تھا
اک پردہ بھی اوٹھتا تو غشی خلق کو ہوتی — سو پردوں میں حسن آپ کا یوں جلوہ نما تھا
بخشش کا بھلا ٹیکا لگے گا تیرے منہ سے — چمکے گا سر حشر سیہ کاروں کا ماتھا
کچھ دور نہ تھی دور کی شے پاس تھی بالکل — حضرت کی بصارت کا تو عالم ہی جدا تھا
پرتو تیرے نور کے سب کیوں نہ چمکتے — یہ بات تو روشن ہے کہ تو نور خدا تھا

کیوں مخزن اسرار نہو آپ کا سینہ
وہ کس پہ کھلا سیف جو کچھ حق نے کہا تھا

عاشق آئینہ روئے پیمبر نکلا — دیکھنا سیف کو قسمت کا سکندر نکلا
اک حصار امن و اماں کا ہی سیہ کاروں کو — واہ کیا حلقۂ گیسوئے معنبر نکلا
دین و دنیا کا مزا تیری ہی پاک میں ہے — ٹھوکریں کھائیں جو اس راہ سے بچکر نکلا
کر دیا دولت ایمان ہی اوسے مالا مال — تیرے دربار سے مفلس بھی تونگر نکلا
تیرا ارمان تو اک جان ہی لیتے ہو لگی — دل سے نکلا یہ کہاں دل ہی کے اندر نکلا
ذات اقدس کی صفت مظہر کامل نکلی — الحمد فضل الٰہی تیغ انور نکلا
عرش اعظم جسے کہتے ہیں وہ ٹھہرا پابوس — لا مکاں نام ہے جسکا وہ تیرا گھر نکلا
اسکی ہر حال میں ایک ایک نے بخشش چاہی — تیری امت کا فدائی تیرا سب [illegible] نکلا

بحر الفت کا بھی عالم ہے نرالا اے سیف
اس میں جو ڈوبنے والا ہی شناور نکلا

مشرف لا تیری محفل میں جنکو جانے کا — وہ نام بھی نہیں لیتے ہیں جا کے آنے کا

ہزار رنگ سے وہ امتحان لیتے ہیں
کچھ ایک ڈھنگ نہیں انکے آزمانے کا

کسی پہ حالِ دلِ زار کیا ہو آئینہ
ہزار بار دکھائیں جو ہو دکھانے کا

مجھے زمانہ سے مطلب نہیں ہے آپ سے ہے
میں آپ کا ہوں نہیں مبتلا زمانے کا

عجب مزے کی ہے یہ چیز اس کا کیا کہنا
نہ کھائیں کیوں کہ ترا غم ہے اپنے کھانے کا

سوا بشر کے اسے کوئی کیا اٹھا سکتا
یہ بارِ عشق تھا انسان ہی اٹھانے کا

تمہارے عشق سے آتی ہے آدمیت بھی
اسی کو آتا ہے ڈھب آدمی بنانے کا

کسی کے حُسن کا کہنا بھی ہے در پردہ
کہ دردِ عشق زباں پر نہیں ہے لانے کا

بڑا حجاب ہے اے سیفؔ عالمِ ناسوت
یہی تو پردہ ہے پہلے پہل اٹھانے کا

اللہ رے حُسنِ عارضِ نیکوئے مُصطفٰے
ہر وقت خدا کی نظر سوئے مُصطفٰے

جنت کے باغ سے ہے سوا کوئے مصطفٰے
اُس میں ہیں پھول اس میں ہے خوشبوئے مصطفٰے

امت کی نیکیوں ہی کا پلہ گراں رہے
اسپر تلی ہوئی ہے ترازوئے مُصطفٰے

ہم سے سیہ کاروں کی بخشش میں ورنہ جوش
رہتے نہ دیتے بل خمِ گیسوئے مُصطفٰے

اتنی بڑھی شانِ کریمی سے بن گئی
اللہ رے ہمتِ کرم خوئے مُصطفٰے

جس سے کمانِ شانِ نبوت کی چڑھ گئی
وہ شان دار قوس ہے ابروئے مُصطفٰے

دفترِ خطا کا فضل کے دریا میں ڈوب جائے
یہ ہے اشارۂ عرقِ روئے مُصطفٰے

غل ہوگا چار سو یہی میدانِ حشر میں
چاہو اگر اماں تو چلو سوئے مُصطفٰے

اے کیفؔ در زمیں تو فلک اقتدار ہے
تجھ سا ذلیل اور ہوس کوئے مُصطفٰے

ردیف دال

عجب حُسن ہے حُسن خوئے محمد
دو عالم کی آنکھیں ہیں سوئے محمد

یہی آرزو زندگانی بنی ہے — میری جاں ہے آرزوئے محمدؐ
حدیثوں کا واعظ بیاں ہی کئے جا — مزا دیتی ہے گفتگوئے محمدؐ
فدا ہو گیا خود وہیں اسکا رہبر — جہاں جس نے کی جستجوئے محمدؐ
مرا دل ہو پھر رشکِ گلزارِ جنت — اگر دل میں بس جائے بوئے محمدؐ
یہی دنگ ہو جائیں سب سننے والے — اگر ہو بیاں حُسنِ خوئے محمدؐ
نگاہیں محمدؐ کی خالق کی جانب — نظر اہلِ محشر کی سوئے محمدؐ

٣٧
زمیں پر جو اے سیفؔ فردوس دیکھے — تو وہ دیکھ لے جائے کوئے محمدؐ

غزل بزبانِ حال حضرت حلیمہؓ دائی اور جستجوئے جنابِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ و

مجھے شکل آکر دکھا اے محمدؐ — میری بے قراری مٹا اے محمدؐ
نہ پاؤں گی گر تجھکو اے سرو قامت — کروں گی قیامت بپا اے محمدؐ
مری آہ و زاری کی کچھ حد نہیں ہے — مرے حال پر رحم کھا اے محمدؐ
ہیں واللہ مر جاؤں گی روتے روتے — خدا کے لئے جلد آ اے محمدؐ

٣٨
یہ کہتی تھیں اے سیفؔ حضرت حلیمہؓ — جُدائی کے غم سے چھڑا اے محمدؐ

تم پر ہو درود محمدؐ تم پر ہو سلام محمدؐ

تھا نہیں بھی ہوتا تمسا تو رتبہ سمجھتا تمہارا — تمسا تو ہوا ہے نہ ہوگا تم پر ہو سلام محمدؐ
کون ایسا ہی نور مجسم بے سایہ تمہارا ہی قد — خالق کے تمھیں ہو مقصد تم پر ہو سلام محمدؐ
تم مرجعِ روح امیں ہو تم رونقِ عرش بریں ہو — تم حامیٔ دینِ متیں ہو تم پر ہو سلام محمدؐ
اللہ رے یہ شان یہ شوکت اللہ رے کیا حشمت — تم پر ہوئی ختم رسالت تم پر ہو سلام محمدؐ

کعبے سے بتوں کو نکالا یوں ظلمتِ کفر کو ٹالا — کر ڈالا جہاں میں اُجالا تم پہ ہو سلام محمدؐ
ہاں کفر کی تم سے ہی ذلت اسلام کی تم سے عزت — ایمان کی تم سے ہی عظمت تم پہ ہو سلام محمدؐ

۳۹
اب رحم ہو سیفؔ حزیں پر یہ دن ہو اسی ہی نصیب
روضے پہ کہے یوں جا کر تم پہ ہو سلام محمدؐ

ابو بکرؓ ہیں یارِ غارِ محمدؐ — ابو بکرؓ ہیں غمگسارِ محمدؐ
خدائی میں ساری خدائی سے بڑھ کر — ابو بکرؓ ہیں جاں نثارِ محمدؐ
بشر کیا فرشتے بھی یہ کہہ رہے ہیں — ابو بکرؓ ہیں یادگارِ محمدؐ
محمدؐ تو ہیں رازدارِ الٰہی — ابو بکرؓ ہیں رازدارِ محمدؐ

۴۰
لڑائی کے دن سیفؔ سب عاشقوں میں
ابو بکرؓ ہیں شہسوارِ محمدؐ

اظہارِ خدا ہے کہ یہ اظہارِ محمدؐ — کھلتا نہیں کونین پہ اسرارِ محمدؐ
خورشید کی آنکھوں میں چکا چوند سی آجائے — دیکھے جو کبھی تابشِ رخسارِ محمدؐ
دب جائے گی اُمت کی گناہوں کی سیاہی — پھیلے تو ذرا سایۂ دیوارِ محمدؐ
بندے کو خدا بننے کا دعویٰ نہیں زیبا — بس بس ادب اے طالبِ دیدارِ محمدؐ
الطاف کی نوبت ہے کہ آوازِ شفاعت — حق گوئی کا ڈنکا ہے کہ گفتارِ محمدؐ
ہاں شانِ رقابت بھی تو محبوب بنی ہے — اللہ کا پیارا ہے طلبگارِ محمدؐ

۴۱
گو حد سے سوا سیفؔ گنہگار ہے لیکن
کیا غم ہے سلامت رہے سرکارِ محمدؐ

ردیف ذال

دیکھ

سیفؔ کیونکر نہ کرے ناز قلم پر کاغذ — نعت کے عطر سے رہتا ہے معطر کاغذ

وہ تو سادہ ہی اور اسمیں ہے رقم نعت نبیؐ ۔ ورق مہر درخشاں سے نہ ہے برتر کاغذ
تیرے محبوبؐ کے صدقے میں سبک کر دینا ۔ یا الٰہی کہیں بھاری نہو مجھ پر کاغذ
شرمساری ترے آگے مجھے کیا تھوڑی ہی ۔ کہیں شرمائے نہ یارب سر محشر کاغذ
آرزو ہے کہ مدینے کی طرف اُڑ جائے ۔ اک نہ اک روز تو بنکر تن لاغر کاغذ
آپ کے نام سے توحید کا اعلان ہوا ۔ ایک مضمون کے بانٹے گئے گھر گھر کاغذ

۴۲ یوں ہی برسائے ہو سیفؔ قلم سے موتی
یوں ہی چمکاتے رہے نعت پیمبرؐ کا غذ

ردیف ے

دیگر

وہ ہی سب کا ہر حال میں دستگیر ۔ لہ الملک و الحمد نعم النصیر
وہ ہی تو ہے لاریب سب کا خُدا ۔ جو فرما رہا ہے الینا المصیر
وہی عالم الغیب ہے لا کلام ۔ ہے روشن اوسے جو ہی بانی الضمیر
صفت اوسکی ہی وحدہٗ لاشریک ۔ ہے ذات اُسکی بیشک عدیم النظیر
ثنا اُسکی گر حشر تک سب کریں ۔ نہو گی ادا جب بھی عشر عشیر
وہ چاہے تو ذرہ بنے آفتاب ۔ وہ خالق ہے علےٰ کلِّ شیٔ قدیر

۴۳ قیامت کے ہونے کا شاہد ہے سیفؔ
کلام اُس کا حشر علینا یسیر

پیدایش

وہ پیدا ہوئے آج عالی وقار ۔ خُدائی کا جن پر ہے دار و مدار

وہ پیدا ہوئے آج ذی اقتدار — جو ہیں خاص مقصود پروردگار
وہ پیدا ہوئے آج ختم رسل — کہ جن سے رسالت کو ہے افتخار
وہ پیدا ہوئے آج نور نظر — کہ جن پر خدا کو خود آتا ہے پیار
وہ پیدا ہوئے آج ابر کرم
جو اے سیفؔ ہیں رحمت کردگار

ردیف لام

وہی حسن رنگ کمال ہے زہے شانِ خالقِ لم یزل — وہی اپنی آپ مثال ہے زہے شانِ خالقِ لم یزل
نہ کہے یہہ حیاں کوئی بشر کہ اسے نہیں ہے کبھی خبر — وہ عیاں ہے اوسپہ جمال ہے زہے شانِ خالقِ لم یزل
یہہ اوسی کا پھولوں میں رنگ ہے جسے عقل دیکھکے دنگ ہے — یہہ چمن اوسی سے نہال ہے زہے شانِ خالقِ لم یزل
وہ جمے ہوئے کو اکھاڑ دے وہ بنے ہوئے کو بگاڑ دے — یہہ اوسکی شان جلال ہے زہے شانِ خالقِ لم یزل
بشر اوسکی کنہہ کو پا سکے بشر اسکے علم کو جان لے — یہہ محال ہے یہہ محال ہے زہے شانِ خالقِ لم یزل
کوئی اوسکے حکم میں دخل دے کوئی اسمیں چون و چرا کرے — یہہ کہاں کسیکی مجال ہے زہے شانِ خالقِ لم یزل
وہ ہی قدرمند دنکا داور ہیں کہہ سید سیفؔ اسی سے ہوا
وہ ہی تیغ یاس کی ڈھال ہے یہی شانِ خالقِ لم یزل

ردیف میم

السلام اے گوہر تاج شرافت السلام — السلام اے آفتاب برج وحدت السلام
السلام اے پیشوائے جملہ خلقت السلام — السلام اے ہادی راہ شریعت السلام
السلام اے امت عاصی کی بخشش کے سبب — السلام اے شافع روز قیامت السلام
السلام اے وجہ کل شان خدا ای جز و کل — السلام اے فخر کل ختم رسالت السلام

۴۶

سیف عاصی کے گناہوں پہ ہی پانی پھیرو
السلام اے موجب باران رحمت السلام

اے رسول امین السلام السلام — سید المرسلین السلام السلام
السلام علیک آپ حق نے کہا — کہتے ہیں کیا ہمیں السلام السلام
ہر طرف خوب اسلام چمکا دیا — رہبر شرع متین السلام السلام
چشم حق بین کا صدقہ ادھر اک نظر — نور عین الیقین السلام السلام
بے نیازی پہ حق ناز بردار ہے — تم ہو وہ نازنین السلام السلام
جس قدر خوبیاں تھیں وہ اللہ نے — آپ پر ختم کیں السلام السلام

۴۷

سیف عاصی کہے جا یہی عمر بھر
شافع المذنبین السلام السلام

ان کی محفل سے اب نہ جائیں ہم — اے غشی ہوش میں نہ آئیں ہم
کیا شکوہ کریں جی میں شرمائے — یاد کرکے تیری وفائیں ہم
خاطئ عشق سے ہیں شرمندہ — انہیں کس طرح منہ دکھائیں ہم
یہ تو ہے دل میں دوسرا معشوق — کیوں تیری یاد کو بھلائیں ہم
کوچۂ یار میں چلیں تو سہی — دیکھیں قسمت تو آزمائیں ہم
تیرے انداز غیر کیا جانے — جانتے ہیں تیری ادائیں ہم
تجھ سا معشوق ہی نہیں کوئی — تجھ پہ کس طرح مٹ نہ جائیں ہم
رحم آجائے دیکھ کر ان کو — ایسی صورت بنا کے جائیں ہم
نیستی ہو دلیل ہستی کی — اپنی ہستی کو یوں مٹائیں ہم
تیری یکتائی پر ہزاروں میں — ایک کیا لاکھ قسمیں کھائیں ہم
ساری شمعیں ہیں جس کی پروانہ — ایسے اس سے لو لگائیں ہم

کس طرح تجھ کو دیکھ سکتے ہیں
ایسی آنکھیں کہاں سے لائیں ہم

۴۸
کیسی حالت بھی ہو مگر اے سیفؔ
وہ بلائیں تو کیا نہ جائیں ہم

ردیف نون

شہِ انبیا آج پیدا ہوئے ہیں
حبیبِ خدا آج پیدا ہوئے ہیں
اگر وہ نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا
جہاں کی بنا آج پیدا ہوئے ہیں
زمانے کے دل کی گرہیں کھلیں گی
کہ عقدہ کشا آج پیدا ہوئے ہیں
جو بھٹکے ہوؤں کو بتائیں گے رستہ
وہی رہنما آج پیدا ہوئے ہیں
نکالیں گے بحرِ خطا سے جہاں کو
بڑے ناخدا آج پیدا ہوئے ہیں
مٹینگے مرض تام نامی سے جن کے
وہ کل کی دوا آج پیدا ہوئے ہیں
خدائی کے دل کیوں نہ قربان اُن پر
دلی مدعا آج پیدا ہوئے ہیں
گنہ گار بندوں کی تسلی خدا نے
شفیعُ الوریٰ آج پیدا ہوئے ہیں

۴۹
بشر ہو کے جو سیفؔ نورِ خدا ہیں
وہی مصطفےٰ آج پیدا ہوئے ہیں

جلوۂ نورِ مصطفےٰ دیکھنے کوئی پائے کیوں
اپنے حبیب کا جمال غیر کو حق دکھائے کیوں
صلِّ علیٰ کا ورد ہو بزم رسول پاک میں
اس کے سوا زبان پر ذکر کسی کا آئے کیوں
مظہرِ جزو و کل ہیں آپ۔ آپ ہیں ختمِ مرسلین
جھوٹ سے پاک ہی خدا آپ پھر بتائے کیوں
عشقِ خدا کیواسطے حبِ نبی ضرور ہے
جسکو خدا کی یاد ہو دل سے انہیں بھلائے کیوں
لطفِ بہارِ زندگی ہے تو فقط اسی میں ہے
عشقِ حبیبِ کبریا جان سے پہلے جائے کیوں
کیوں ہوا سپہ لطفِ رب قہر سے کیوں سہی نہ ہو
اُمتِ مصطفےٰ ہے یہ اس پہ عذاب آئے کیوں

۵۰

سیفت کلام پاک میں ذکر یہی ہے جابجا
آپ کی پیروی بغیر کوئی بہشت پائے کیوں

کروں کیوں حرص آخر کیوں پڑوں بیکار الجھن میں — تیرے دست کرم سے کیا نہیں ہے میرے دامن میں
بہار باغ اسلام اب ہے کس مشکل سے باقی — نہ وہ گل ہے نہ اگلی بلبلیں ہیں صحن گلشن میں
مجھے لیچل مدینے جب ترے چلنے کو میں سمجھوں — وگرنہ اے صبا کیا ہے تری جھونکوں کی سن سن میں
غم ہجر محمد میں خموشی ہی مناسب ہے — کہ اک پہلو شکایت کا نکل آتا ہے شیون میں
اندھیر الگھپ نہ دیکھوں ایک پل بھی یہ عنایت ہو — رخ انور کا دھیان آتا رہے ہر وقت مدفن میں
تصور ہی سے اوسکے دور ہے توحید کا عالم — جگہ کیا پائے تصدیق رسالت قلب دشمن میں

۵۱

حریفان محبت سیفت جھوں سے بھی اچھے ہیں
زبان پر نام پاک آیا کہ بس جان آگئی تن میں

ہر زبان وصف شہ ابرار کے قابل نہیں — ہر لب اُن کی شان کے اظہار کے قابل نہیں
محرم اسرار عالی ظرف ہونا چاہیئے — ہر کس و ناکس ترے اسرار کے قابل نہیں
وہ مرض ہوں جسکی ہوسکتی نہیں کوئی دوا — وہ دوا ہوں جو کسی بیمار کے قابل نہیں
شوق کہتا ہی کہ جان و دل تصدق کیجیے — حوصلہ کہتا ہے یہ سرکار کے قابل نہیں
ناتواں آنکھوں پہ کس صورت سے آخر کیجیے — دیکھنے کی ہیں فقط دیدار کے قابل نہیں
حوصلہ تیری کریمی سے دکھا جائے آخیر — ورنہ یہہ مجرم ترے دربار کے قابل نہیں

۵۲

نعت میں محسن شہیدی کیفت صاحب کہہ چکے
سیفت کا منہ نعتیہ اشعار کے قابل نہیں

اُمت یہ آپ کی ہے خدا کی پناہ میں — یعنی کہ ہے ازل سے تمہاری نگاہ میں
کٹ جائے عمر عشق رسالت پناہ میں — یارب یہی دعا ہے تیری بارگاہ میں
ہمدم میرے بھی رہے یارب ہوائے شوق — دم بھی نہ لینے پاؤں مدینہ کی راہ میں

دستِ کرم سے آپ نکالینگے حشر میں — ورنہ یہاں تو غرق ہیں بحرِ گناہ میں
جو لوگ جائیں روضۂ اقدس کو دیکھنے — آنکھیں نہ کیوں بچھائیں ملک انکی راہ میں
ممکن نہیں کہ آپکا اب ہو سکے جواب — کافر ہے وہ جسے ہے جو ذرا اشتباہ میں

۵۳
اے سیفؔ ہے ہمیں تو محبت برائے نام
اور آپ رکھتے ہیں ہمیں ہر پل نگاہ میں

کاش رسائی ہو میرے اُن کے حریمِ ناز میں — جن کا نیاز ناز ہے درگہِ بے نیاز میں
جن کو ذرا بھی دخل ہے اُنکے حریمِ ناز میں — وہ ہیں حقیقت آشنا جلوہ گہِ مجاز میں
لطف کہاں سے آئے سیفؔ ناصیۂ نیاز میں — دل تو تیرا اُدھر اُدھر ہے تو نماز میں
دولتِ نورِ معرفت اُسکے نصیب میں نہ تھے — سارا کا نام یوں نہ تھا دشمنِ کینہ ساز میں
خلق پہ اسقدر کرم خُلقِ عظیم دیکھنا — دیر سزا کے جرم میں جلدی ہو در نماز میں
دن سے بھی روشنی سوا قلب میں کیوں نظر نہ آئے — آپکی زلف کا خیال جب ہو شبِ دراز میں
دل میں ہے نبیؐ کا درد لب پہ نہ آئے سینکے آہ — نغمے کا لطف کیوں نہ ہو نالۂ دل گداز میں
خوش لئے جو آپ سے کہا اسکو کسی نے کب سنا — پردے کی شے ہے پردے میں راز کی بات راز میں

ہم تو یہ جانتے ہیں سیفؔ آدمی اسطرح جیئے
جسم کہیں رہے مگر جان رہے حجاز میں

۵۴ پیدائش

اُٹھو اُٹھو کہ شہ نامدار آتے ہیں — کہ خاص مقصدِ پروردگار آتے ہیں
ہوا ہے عرش بھی مائل زمیں کی جانب — فرشتے عرش سے یوں بار بار آتے ہیں
یہ ساری اُمتِ عاصی کی خوش نصیبی ہے — کہ آج اس کے بڑے غمگسار آتے ہیں
بڑھائیں تیز نظر دیکھیں حسن کا جلوہ — کہ جن کا آنکھوں کو تھا انتظار آتے ہیں

خراج دینگے جنھیں پادشاہ بنا کے — جہاں میں وہ شہِ عالی وقار آتے ہیں
ہوا ہے خلق پہ احسان شان ستاری — چھپانے عیبوں کو اب پردہ دار آتے ہیں

۵۵

گناہگاروں پہ یوں سیفؔ عام رحمت ہے
کہ خاص شافعِ روزِ شمار آتے ہیں

تجھسا تو تجھی کو دیکھتا ہوں — یکتائی پہ تری مٹ رہا ہوں
یکتا ہے جو ساری خوبیوں میں — ایسے پہ فدا ہوں میں بھی کیا ہوں
اے خامیِ عشق ترے ہاتھوں — خود اپنی نظر سے گر رہا ہوں
تو مجھ سے کبھی خفا نہ ہونا — میں تیری خوشی سے جی رہا ہوں
یہ مدِ نظر ہے تیرا ملنا — ارمانِ وصال بن گیا ہوں
تو اور سمجھ میں آئے توبہ — یہ بات تو میں سمجھ چکا ہوں
غفلت کی بھی کوئی حد نہیں ہے — اپنی بھی خبر نہیں کہ کیا ہوں
اچھا ہی کہاں سے آئی مجھ میں — تھوڑا بھی نہیں بہت برا ہوں

۵۶

الفت میں قرار کیا ہو اے سیفؔ
دل طالبِ بے قرار کا ہوں

جو دیکھ نہیں سکتے تم ان سے چھپاتے ہیں — وہ دیکھنے والوں کے خود سامنے آتے ہیں
کثرت میں بھی وحدت کا اک رنگ جماتے ہیں — کیا شان ہے جلووں کی کیا شان دکھاتے ہیں
اپنے سے بھی شیدا کو بیگانہ بناتے ہیں — جلوے تیری محفل کے کیا رنگ جماتے ہیں
اللہ رے وفاداری اللہ رے وفاداری — وہ چاہنے والے کو چاہت سے مٹاتے ہیں
اچھا ہے مرض میرا اچھوں سے بھی اچھا ہوں — کیا پوچھنا ہے میرا وہ پوچھنے آتے ہیں
یوں تو ترے جلووں کی عالم کو تمنا ہے — جن کو نظر آتے ہیں ان کو نظر آتے ہیں
یہ بھی انھیں آسان ہے وہ بھی نہیں آسان ہے — ہنستے کو رلاتے ہیں روتے کو ہنساتے ہیں

آداب یہ کہتے ہیں سب سے تری محفل کے
یہ بزم وہ ہے جس میں بخود نہیں آتے ہیں

اُٹھ اُٹھ کے ہر اک پردہ حیرت سے یہ کہتا ہے
یہ جلوے نمایاں ہیں وہ کب نظر آتے ہیں

دیدار کے وعدے کا اک روز مقرر ہے
ارمان ابھی سے ہی اک حشر اٹھاتے ہیں

۵۷
سیف ان کی محبت کا ادنیٰ یہ کرشمہ ہے
دل پہلے دکھاتے ہیں پھر درد بڑھاتے ہیں

یہ آرزو ہے کہ جا کر مروں مدینے میں
ستم ہے مزا نہیں آتا یہاں کے جینے میں

بس اک مخزنِ اسرارِ حق ہی نکلا
بھرا ہے علمِ لدنی تمہارے سینے میں

بہارِ خلدِ بریں بھی مہک اٹھے جس سے
وہ قدرتی ہے مہک آپ کے پسینے میں

اسے تو چھو نہیں سکتی ہوا بھی طوفان کی
کچھ ایسی امن و امان ہے تیرے سفینے میں

نثار گوہرِ جاں دل پہ پھر نہ کیوں سے کیجے
تمہارا نام ہے کندہ جب اس نگینے میں

الٰہی راہ میں کوئی مجھے نہ روک سکے
یہاں سے جاؤں تو دم جا کے لوں مدینے میں

۵۸
قرار ہی نہ ہو دل کو کسی طرح یارب
یہ کعبہ لے کے چلے سیف کو مدینے میں

یہ تو جلوے ہیں جو سو بار نظر آتے ہیں
وہ کب اسے طالبِ دیدار نظر آتے ہیں

خوشنما عشق کے آزار نظر آتے ہیں
سب ہی اچھے ترے بیمار نظر آتے ہیں

کچھ بھی تجھ سے خبردار نظر آتے ہیں
تیرے دیوانے ہی ہشیار نظر آتے ہیں

خاص جلوؤں کے دکھانے کو ہے آئینہ دل
عام جلوے سرِ بازار نظر آتے ہیں

سب سے ملتے ہیں مگر سب سے الگ ہیں بالکل
سب سے بیگانے ہیں اور یار نظر آتے ہیں

رنج و غم آہ و بکا رہ گئے فرقت میں تری
اب تو مونس بھی دو چار نظر آتے ہیں

تیرا سودا بھی تو ہے تیری طرح ہوش ربا
سر کٹے سے خریدار نظر آتے ہیں

آتشِ شوق کو بھڑکاتے ہیں کیا در پردہ
برسوں چھپتے ہیں جو اک بار نظر آتے ہیں

٥٩ پیر و مرشد کا تصرف ہے یہ قدرت الٰہی سیف
ہر کسی کو کہیں انوار نظر آتے ہیں

عاصیوں میں ہوں بروں میں ہوں سیہ کار نہیں ہوں
بخشنے والا ہی تو اور میں گنہگار نہیں ہوں

اس تہی دستی پہ میں تیرے طلبگار نہیں ہوں
گانٹھ میں پونجی نہیں ہے اور خریدار نہیں ہوں

اسکے ہونے سے ہی سب کچھ مرا ہونا ہیچ ہے
تیری رحمت کام کی ہے میں تو بیکار نہیں ہوں

اسکی رحمت ہی میری اس جرم کاری کا علاج
فضل ہے جسکی دوا میں ایسے بیمار نہیں ہوں

حشر میں ہر عضو تن جب مجھ سے میرا پھر گیا
بول اٹھی رحمت کہ میں تیری طرفدار نہیں ہوں

٦٠ کیا ہوں میں اے سیف مجھ کو ناز ہو کس بات پر
بے حقیقت خاک کا ہوں بیکار و نکما ہوں

آنکھیں ہیں اور نظام جہاں پر نظر نہیں
غافل کبھی تو ہوش میں آئے مگر نہیں

کس سے پتہ لگائیں تیری جلوہ گاہ کا
جن کو خبر ہوئی ہے انہیں کی خبر نہیں

کیا اس نیاز مند کی حسرت کا پوچھنا
تیرے حریم ناز میں جس کا گذر نہیں

کب ہے حریم معرفت میں تصور کو دخل ہے
حیرت کا ہے وہاں تو کسیکا گذر نہیں

سیر اور مقام ذات کی بالکل محال ہے
لے جانے والے لوٹ کے رستا ادھر نہیں

تحقیق سے جب ایک ہی ثابت وجود ہے
پھر کیوں نہ صادق آئے ہر اک چیز پر نہیں

٦١ اے سیف ہم تو جانتے ہیں اسکو اک حجاب
اچھا وہ نہیں دکھائے جو پردہ نظر نہیں

بندہ وہ کیا کہ جسکی خدا پر نظر نہیں
وہ کیا خدا کہ بندے کی جسکو خبر نہیں

تیری صفات نے تجھے منوا دیا ضرور
ہاں جان تو لیا تجھے دیکھا اگر نہیں

اے آفتاب گل نہیں ہوگی حشر تک
پھر شمع حسن یار چراغ سحر نہیں

آنکھوں کی پتلیوں سے کوئی سیکھے عاجزی
عالم کو دیکھتی ہیں نظر آپ پر نہیں

ہر اک بشر سے چشمِ کرم کہہ رہی ہے یوں
رخ پھیر اودھر سے دیکھ ادھر کیا ادھر نہیں

لازم ہے جس کا شکر اوسی کی شکایتیں
ظالم ہوں میں نظر میری انصاف پر نہیں

اشکوں کے ساتھ حسرتِ دیدار بہہ گئے
رو چشمِ تر ضرور مگر اس قدر نہیں

کافی ہے یہ حفاظتِ کونین کے لئے
تیری پناہ سے کوئی بڑھکر سپر نہیں

اوس جیسا دوسرے کو سمجھنا تو شرک ہے
ایسے قصور سے تو وہاں درگذر نہیں

فیض عنایتش ہمہ کس را برابر است
ہے سب کمی ادھر سے اُدھر سے کسر نہیں

تمثیل ان سے اور رخِ پُرنور کی غلط
تنظیر کے قریب بھی شمس و قمر نہیں

اے سیدؔ اسکو کوئی سمجھ ہی نہیں سکا
کیونکر سمجھ میں آئے خدا ہے بشر نہیں

کون سی شے ہے جو لے ظاہر ترا مظہر نہیں
پرتو وہ مطلق ہے جو قید ایک کے اندر نہیں

ہاتھ ہے تکیہ میرا تکیئے پہ میرا سر نہیں
خاک ہے بستر میرا کچھ حاجتِ بستر نہیں

کون سی شے ہے جو تیرے علم کے اندر نہیں
یہ وہ گھر ہے جس سے کوئی چیز بھی باہر نہیں

یہ وہ جوہر ہے کہ جس کا ایک بھی ہمسر نہیں
آدمیت سے بڑا انسان میں جوہر نہیں

سنگ پر احسان سکندر کا ہے کچھ اسپر نہیں
دل کے آئینہ کی اصلیت کوئی پتھر نہیں

دلکشی میں چار سو اس کا کوئی ہمسر نہیں
حسن روئے یار سا دلکش کوئی منظر نہیں

جلوہ گاہِ یار ہے وہ سیرگاہِ ماسوا
دل کے آئینہ سے ہرگز جامِ جم بہتر نہیں

اصل اسکی خونِ دل وہ ایک قطرہ آب کا
اپنا اشکِ چشمِ تر گوہر سے کیا بڑھکر نہیں

تا صدف قانع نشد پُر در نشد ہاں سچ ہے یہ
اے قناعت تجھ سے نعمت ایک بھی بہتر نہیں

آرزوئیں دل کی اور اوسمیں سمائیں کیا مجال
وسعتِ دل کے برابر وسعتِ محشر نہیں

بُعد ایسا ہے کہ ڈھونڈے سے پتہ ملتا نہیں
قرب اتنا ہے کہ شہ رگ سے جدا دم بھر نہیں

ملنے والے کیلئے سو گھر نظر میں آ گئے
رہنے والے کیلئے دیکھا تو کوئی گھر نہیں

خوابِ راحت کیسہ ہاہی جاگنے والوں سے یہ
خفتگانِ خاک کو کچھ حاجتِ بستر نہیں

پاؤں پھیلانا تجھے زیبا نہیں ای حرص نیست
پاؤں پھیلانیکے قابل جب کی چادر نہیں

واہ رے شرم اپنے بندہ کی خطا سے شرم آئے
اُف رے ستاری کہ تو عیبوں کا پردہ در نہیں

ایسے بیہوش آدمی پر سینکڑوں قربان ہوش
جسکی بیہوشی کہے یہ ہوش سے باہر نہیں

بے بصر کو بھی بصیرت نورِ عرفاں کی ہوئی
منحصر شانِ بصیرت کچھ بصارت پر نہیں

تیرے جلوؤں نے تو عالم بھر کو حیران کر دیا
شش جہت میں کون ایسا ہے کہ جو ششدر نہیں

تا نفس باقیست اہ زندگی ہموار نیست
ایدلِ غمناک کیا تیری نظر اسپر نہیں

کوئی بیدم پہچان کوئی کسی کا حال غیر
دلربائی کی اداؤں سے کوئی جانبر نہیں

سرفرازی سر کو ہے سودائے زلفِ یار سے
جسمیں یہ سودا نہیں تو پاؤں ہے وہ سر نہیں

کاٹ کر رہتی ہے دم آخر روانی عمر کی
ایسا عالم میں کوئی چلتا ہوا خنجر نہیں

جامِ صہبا یہ تیرا ساقی مبارک ہو تجھے
مستِ چشمِ مست کو کچھ حاجتِ ساغر نہیں

جس کے اندازے میں سب ہوں اوسکا اندازہ ہو کیا
علمِ حق کی حد کہیں کونین کے اندر نہیں

حسنِ ذاتی اور ہے حسنِ صفاتی اور ہے
اس کے ہمسر سینکڑوں اوسکا کوئی ہمسر نہیں

آپ ہی کی ذات سے پایا ہے عالم نے فروغ
پھر چمک رنگِ عرض میں سب لیے جوہر نہیں

ردیف واو

ہو تمہیں سا تو اے احمدِ مختار رہو
جھوٹ کہتا ہوں تو اللہ کا دیدار نہ ہو

کیا وہ دیکھے جو کبھی خواب سے بیدار نہ ہو
کیا وہ اچھا رہے جو آپ کا بیمار نہ ہو

پھر اسے کوئی خدا تک نہیں پہنچا سکتا
گر تیری ذاتِ خدائی کی مددگار نہ ہو

آپ اگر اپنے غلاموں میں مجھے بھی گن لیں
اتنی قیمت ہو کہ پھر کوئی خریدار نہ ہو

تیری الطاف سے محشر میں سبک ہو جاؤں / اسطرح جاؤں یہاں سے کہ گنہگار نہو

دیکھنا حشر کے دن ہو کے رہیگا دیدار / جھوٹ کہتا ہوں تو اللہ کا دیدار نہو

نفس و ابلیس کی چالوں سے بچانا یارب / جیت میں یہ نہیں اسنے مجھے ہار نہو

کسطرح اسنے کوئی راز چھپایا جاتا / حق کا محبوب اور محرم اسرار نہو

یہہ تمنا ہے کہ دیدار تمہارا ہو جائے / جھوٹ کہتا ہوں تو اللہ کا دیدار نہو

ہیکے عشق کی دولت سے رہوں مالا مال / گر میرے پاس تہو مال تو سو بار نہو

زندگانی کا نتیجہ یہی نکلے یارب / مرتے دم تک تیری توحید سے انکار نہو

معصیت سے کہیں بڑھکر ہی نڈر ہو جانا / دل میں ڈرتا ہے بیخوف گنہگار نہو

وقت آئیگا تو دیدار بھی ہو جائے گا / اتنا بیتاب تو اے طالب دیدار نہو

سامنے شکل مقدس لئے کسی پہ اے سیف
آنکھ پڑ جائے تو اللہ کا دیدار نہ ہو

۶۴

پھر مرتے میں جینے سے بھی کچھ لطف سوا ہو / اللہ کرے روح میری تم پہ فدا ہو

کچھ دور نہیں جو انہیں دیدار خدا ہو / جن آنکھوں میں نقش رخ احمدؐ کا کھنچا ہو

سب دیکھے تو حیرت میں ہے یہ ساری خدائی / اور دیکھے تم کو تو خدا جانے کیا ہو

تمنے ابھی روضے کی زیارت ہی نہیں کی / بس دیکھ لیا تم کو چلو جاؤ نگاہو

دیوانہ احمد ہوں تماشا تو نہیں ہوں / اے دیکھنے والو مجھے تم دیکھتے کیا ہو

اس شخص کو دیدار نبیؐ کی ہو بشارت / جو شوق سے روضے کی طرف دیکھ رہا ہو

سوئی ہوئی تقدیر مری خواب میں جاگے / تم خواب میں آکر جو کبھی جلوہ نما ہو

ارمانوں کی اک بھیڑ لگی ہے مرے دلمیں / تم دیکھ لو آکر مرا میلا تو مزا ہو

سو جانیں بھی قربان ہیں اس دلپہ تو کم ہیں / جس دل میں محمدؐ کی محبت کا مزا ہو

یہ چیز وہ ہے جس سے نہیں کوئی بھی خالی ۔ سب پر تیری رحمت ہے بُرا ہو کہ بھلا ہو

٦٥

اے سیفؔ بس اب حُبِ نبیؐ گھٹنے نہ پائے
اُلفت کا مزا جب ہے کہ ہر روز سوا ہو

حقیقت میں سراپا رحمتِ ربِ جہاں تم ہو ۔ انھیں کیا چاہیے پھر دو جہاں پر مہرباں تم ہو
رسولوں میں بھی محبوبِ خدا اے لُبِّ جاں تم ہو ۔ کھلا جو فضل کی صورت میں وہ رازِ نہاں تم ہو
کلامِ حق تمہارے ہی بیان کرنیکے قابل تھا ۔ یہی کہنا ہی پڑا آخر کہ خالق کی زباں تم ہو
تمہاری پیروی اکدن خدا سے بھی ملا دیگی ۔ حقیقت آشنا ہو حق کے ملنے کا نشاں تم ہو
تمہارا ہی لقب ہے رحمۃ للعالمین بیشک ۔ وہاں کیونکر نہ برسے رحمتِ باری جہاں تم ہو
ظہورِ دو جہاں صدقہ تمہارے نور کا نکلا ۔ ازل سے وجہ ایجادِ زمین و آسماں تم ہو
مری قسمت میں گر ہوتا تو ہوتا پاس مدینے میں ۔ یہ میری کم نصیبی ہے کہاں میں ہوں کہاں تم ہو
نہ ہوگی مغفرت اس اُمتِ مرحوم کی کیونکر ۔ رحیم و مہرباں حق ہے شفیعِ عاصیاں تم ہو

٦٦

نہ ہو آزردہ خاطر سیفؔ بیکس خوش ہو ہر دم
الم کیا بیکسی کا جب رفیقِ بیکساں تم ہو

کچھ حد نہیں ہے جسکی وہ دولت تمھیں تو ہو ۔ رحمت ہو اور خزانۂ رحمت تمھیں تو ہو
توحید کا تمھیں سے جہاں رنگ جا بجا ۔ حُسنِ بہارِ گلشنِ وحدت تمھیں تو ہو
جس کا کہ ہم سے شکر ادا ہی نہ ہو سکے ۔ دونوں جہاں میں ایک وہ نعمت تمھیں تو ہو
روشن ہیں دو جہان تمہارے ہی نور سے ۔ بیشک فروغِ عالمِ کثرت تمھیں تو ہو
جسکی نجات حشر کے دن ہوگی مومنو ۔ وہ خوش نصیب آپ کی اُمت تمھیں تو ہو
روشن ہوئے تمہاری نبوت سے کائنات ۔ مہرِ منیرِ چرخِ رسالت تمھیں تو ہو

٦٧

بخشے گا حق تمہارے ہی منہ سے تو سیفؔ کو
اس کے لئے وسیلۂ جنت تمھیں تو ہو

تمہاری دستگیری کا پھر اندازہ بھلا کیا ہو
کہ عالم کا سہارا ہو وہ جس کا تم سہارا ہو

جمال خاص کا جلوہ دکھاتا تم اگر چاہو
تو پردے آپ اٹھ جائیں نظارا ہی نظارا ہو

تمنا ہے کہ تیرے عشق میں عالم یہ اپنا ہو
کہ جو دیکھے یہ بول اٹھے کہ ایسا حال ہمارا ہو

تمہاری زلف شبگوں کا تصور جو کرے کوئی
کبھی دیکھا نہ ہو ایسا اجالا دل میں پیدا ہو

جہاں سے نام مٹ جائے تو مٹ جائے نہیں پروا
تمہارے چاہنے والوں میں میرا نام لکھا ہو

رہوں غافل نہ دم بھر بھی ہر اک دم اسطرح گذرے
کہ ہر اک سانس میرا آپ کا دم بھرنے والا ہو

تمہارے چاہنے والے کا جب عالم نرالا ہے
تو پھر اس شخص کا کیا پوچھنا تم جسے چاہا ہو

دم آخر اگر شکل مقدس جلوہ دکھلائے
نکلنا روح کا پھر تو تمنا کا نکلنا ہو

۶۴

زمانے بھر کو یہ دیکھیں تو سیفیؔ نگاہ ہو قائل
نگاہیں وہ جگہ دیکھیں جہاں تم رونق افزا ہو

یہی چاہتا ہے کہ دیدار ہو
ذرا ہوش میں اے دل زار ہو

مجھے بس اسی سے سروکار ہو
حضوری ہو اور تیری سرکار ہو

عدو کو تو یہ شہادت نصیب
میرا سر ہو اور تیری تلوار ہو

تری مہربانی سے ہے زندگی
خفا ہو تو مرنا بھی دشوار ہو

غرض سے بری ہو تعلق کے ساتھ
تمہیں ہو جو ایسے وفادار ہو

اشارے سے کہتی ہے یہ چشم یار
جو ہونا ہے اچھا تو بیمار ہو

۶۵

بڑی چیز ہے عالم بے خودی
سمجھ کر ذرا سیفیؔ ہشیار رہو

اپنے آئینہ میں سمجھ کوئی تو جمال آئینہ ہو
آپ جھنڈی پر بھی چڑھ جائیں تو رسوائی نہ ہو

اے تصور کر تو پابند تصور اس قدر
میری تنہائی میں محفل قید تنہائی نہ ہو

وہ بھی کیا آنکھیں نظر آئے جنہیں تیرے سوا
وہ بھی کیا محفل کہ جس محفل میں تنہائی نہ ہو

بزم عالم صاف آئینہ ہی تیری ذات کا — غیر ممکن ہے تجھے شوق خود آرائی نہ ہو
باعث نظم دو عالم ایک وحدت ہی تری — ایک ہل چل سی پڑے گر تجھ میں یکتائی نہ ہو
وہ ملے تم سے جو دیکھے موت پہلے موت سے — وہ مرے جسکی قضا آئینہ ہو آئی نہ ہو

جب خدائی کو تمنا ہے تری جان جہاں
سیفی پھر کس طرح سے تیرا تمنائی نہ ہو

٧

جلوے کہتے ہیں کہ تم جلوہ نما پردے میں ہو — شانیں شاہد ہیں کہ کھلنے سے سوا پردے میں ہو
بات پردے کی تو پردے ہی میں ہونی چاہیے — دل ہے پردے میں تو پھر دل کی صدا پردے میں ہو
سب ہیں پردۂ تعلق سے ہیں سب بندِ نظر — کھل گیا سب پہ کہ سب کے آشنا پردے میں ہو
بیخودی کا لطف حاصل کر خودی کو چھوڑ کر — اپنی ہستی کا ذرا پردہ اٹھا پردے میں ہو
تم تو ظاہر بھی ہو باطن بھی ہو اے جان جہاں — جانے بے پردہ ہو کیا اور جانے کیا پردے میں ہو
وہ تو شانوں نے تمہیں ہر طرح ظاہر کر دیا — ورنہ پردے سے تو اتنا سا کھلا پردے میں ہو
دیکھنے والے اسی کو دیکھکر حیرت میں ہیں — تم تو کچھ اس طرح کے حیرت فزا پردے میں ہو
طالبِ دیدار کا مطلب ہے کیا دیدار ہے — اب یہ حاصل چاہے بے پردا ہو یا پردے میں ہو
غم ترا دل میں رہے لب پہ کسی صورت نہ آئے — لطف اس میں ہے یہ دردِ لا دوا پردے میں ہو
خوب ظاہر ہو کہ ظاہر کا پتہ ملتا نہیں — خوب پردا ہے کہ پردے سے جدا پردے میں ہو
کیسے باطن میں ہو وہ مطلب جو ہو ظاہر طلب — کیسے بے پردا ہو وہ جو مدعا پردے میں ہو
عاشق و معشوق میں تو لازمی ہے اتحاد — دل نہ کیوں پردے میں ہو جب دلربا پردے میں ہو
اسکی نظروں میں یہ کثرت کا تماشا ہیچ ہے — اے سیفی کیونکر نہ وحدت آشنا پردے میں ہو
کوئی کیا پائے اسے جس کا نشاں ظاہر نہ ہو — کوئی کیا دیکھے اسے جس کا پتا پردے میں ہو
اس حیا پر جان صدقے اس حیا پر دل نثار — اس حیا کا پوچھنا کیا جو حیا پردے میں ہو
دیکھنے والے تمہارے دیکھتے کیونکر تمہیں — تم ہو پردے میں ازل سے آج کیا پردے میں ہو

۷۱

مانگتا ہے جو تجھے اے سیفؔ وہ پوشیدہ مانگ
سُننے والا خود یہ کہتا ہے دعا پردے میں ہو

کس طرح پنہاں وہ نورِ کبریا پردے میں ہو ۔۔۔ یہ ہو پردے میں تو سب خلقِ خدا پردے میں ہو
جب نہ تھا پردا تو تم حاجت روا ظاہر میں تھے ۔۔۔ اب جو پردہ ہے تو تم حاجت روا پردے میں ہو
پردے پردے میں ہی شانِ دلربائی جلوہ گر ۔۔۔ دونوں عالم میں تمہیں اک دلربا پردے میں ہو
پردہ پوشی چاہتی ہی کیسی غیرت دار ہے ۔۔۔ شانِ ستاری یہ کہتی ہے خطا پردے میں ہو

۷۲

دونوں عالم میں کسے ہے دیکھنے کی تاب سیفؔ
جلوہ گر کیونکر نہ حُسنِ مصطفےٰ پردے میں ہو

دِکھلا کے نرالی سی ادا لے گئی دل کو ۔۔۔ اللہ غنی شانِ خدا لے گئی دل کو
حیراں ہوں ششدر ہوں کہوں کیا کہ وہ کیا تھی ۔۔۔ اک چیز تھی ایسی کہ اڑا لے گئی دل کو
یہ میرے سنبھالے نہ سنبھلتا نہ سنبھلتا ۔۔۔ آ آ کے تیری یاد سنبھالے گئی دل کو
میں خود نہ لٹا مجھ کو تیرے ناز نے لوٹا ۔۔۔ دل خود نہ گیا تیری ادا لے گئی دل کو
اب دیکھئے کیا کیا نظر آتے ہیں کرشمے ۔۔۔ دزدیدہ نگاہوں کی حیا لے گئی دل کو
کوئی نگہ یار کا انصاف تو دیکھے ۔۔۔ پہلو میں جگر چھوڑ دیا لے گئی دل کو
یہ تیری صفت بھی ہی تیری طرح سی معشوق ۔۔۔ اے جانِ جہاں تیری وفا لے گئی دل کو
قربان نہ کیوں جان ہو مدینے کی ہوا پر ۔۔۔ اسطرح سے آئی کہ اڑا لے گئی دل کو
صدقے تیرے سو جان سے ہاں ہاں نگہ ناز ۔۔۔ تو نے بہت اچھا ہی کیا لے گئی دل کو
بے چین ہوئی جان بھی جانے کیلئے سیفؔ ۔۔۔ اس شان سے کچھ ہو کی صدا لے گئی دل کو

۷۳

اے سیفؔ یہ عاصی نے بہت خوب کہا ہی
محبوبیٔ محبوبِ خدا لے گئی دل کو

دل اسکے چاہنے سے نہ کیوں شرمسار ہو ۔۔۔ جس کی وفا کے سامنے مرنا بھی عار ہو

ناوک کے بعد تیر نظر کا بھی وار ہو
یہ دل کے پار ہو وہ کلیجے کے پار ہو

اُلفت میں اضطراب کا باعث ہے بے بسی
دل بس میں ہو تو آدمی کیوں بے قرار ہو

اس پوچھنے سے اور بڑھا اضطراب دل
تم کیا کرو جو دل پہ تمھیں اختیار ہو

ہمت نہ ہارا یہ دلِ مُضطر فراق میں
اتنا تڑپ کہ تیرا اثر پتا قرار ہو

دیکھا ہیں تجھے اور ہے حیرت کا سامنا
کیا جانئے حال کیا ہو جو دیدار یار ہو

اتنا تو انقلاب دکھائے اثر مجھے
مجبوریاں اُدھر ہوں ادھر اختیار ہو

دیوانہ ہو بشر جو ذرا عقل دے خُدا
دیوانگی بغیر بھی کیا ہوشیار ہو

رکھتا ہوں دل سے دور خوشی اس خیال سے
ایسا نہ ہو کہ غم کو نیرے ناگوار ہو

ان کی تسلیوں سے بھی دل بے قرار ہے
اب کونسی وہ شکل ہے جس سے قرار ہو

بچنا قصور سے تو ہے دشوار کام سیفت
لیکن خطا کے بعد بشر شرمسار ہو

اگر کچھ قلب وحدت آشنا ہو
تو محفل میں بھی خلوت کا مزا ہو

کھلے ایسے کہ ہر جا بر ملا ہو
چھپے اتنے نہیں معلوم کیا ہو

بھلا تم سا کوئی کیا آشنا ہو
غرض کے شائبہ سے بھی جدا ہو

کیا بیگانہ تو نے آشنا سے
ہوا ہو لے ہوس دل سے ہوا ہو

نکورو تابِ مستوری ندارد
جمالِ یار پھر پوشیدہ کیا ہو

ہیں جلوؤں کا تماشا دیکھتا ہوں
زمانہ میری صورت دیکھتا ہو

بھی رہتی ہو حُسنِ عارضی پر
یہیں کی ہو رہیں تم تو نگا ہو

مریضِ عشق کی صحت مرض ہے
جو اچھا ہو ذرا بھی تو بُرا ہو

تماشا یہ کہ ملتے بھی نہیں ہیں
تقاضا یہ کہ چاہ ہم کو سیا ہو

ادائے ناز پر او مرنے والے
قضا بھی لوٹ جائے وہ ادا ہو

۷۵
ابھی ہل چل پڑے دنیا میں اے سیف
قیامت ہو اگر کوئی خفا ہو

ردیف ہائے ہوز

پڑھو تو دل سے ذرا لا الہ الا اللہ
سینے کا عقدہ کشا لا الہ الا اللہ

زباں ہی پہ ہے کیا لا الہ الا اللہ
کہ دل کی بھی ہے صدا لا الہ الا اللہ

یہ ہے کلام معظم بیان سے باہر
میں کیا کہوں کہ ہے کیا لا الہ الا اللہ

جو کچھ بھی جلوہ گری دو جہاں میں اسکی ہے
عجب ہے جلوہ نما لا الہ الا اللہ

جو غور کیجے تو یہ دل ہی ایک آئینہ
مگر ہے اس کی جلا لا الہ الا اللہ

نثار ایک ماننے کی زندگی اس پہ
کہے جو وقت قضا لا الہ الا اللہ

۷۶
بسی ہے جیسے کہ خوشبو گلاب میں اے سیف
یوں ہی ہے دل میں بسا لا الہ الا اللہ

غضب ہے حشر کا میدان یا رسول اللہ
ذرا میرا بھی رہے دھیان یا رسول اللہ

ہزار طرح کی دشواریاں ہیں اور میں ہوں
میری ہوں مشکلیں آسان یا رسول اللہ

نثار جس پہ زمانہ ہوا ہے بے دیکھے
وہ اک تمہیں تو ہو انسان یا رسول اللہ

تمہاری شکل مرے سامنے ہو نزع کے وقت
نکل کے جان ہو قربان یا رسول اللہ

خدا کرے کہ خدائی کو بھول جائے سیف
فقط تمہارا رہے دھیان یا رسول اللہ

اللہ رے شان شفیع امم سبحان اللہ سبحان اللہ
ہے فرق عرش بھی زیر قدم سبحان اللہ سبحان اللہ
تم فخر عرب تم مہر مبیں تم تاج شرف تم سرور دیں۔

یہہ شان یہہ رتبہ یہہ جاہ وحشم سبحان اللہ سبحان اللہ

حق نے تو دیا ہمیں تمسا نبیؐ اور تمنے ہماری شفاعت کی
وہ شان عطا ہے یہہ شان کرم سبحان اللہ سبحان اللہ

اے خالق یکتا بیحد ہتنا امت میں کیا کس کی پیدا
ہم اور یہہ تیرا فضل وکرم سبحان اللہ سبحان اللہ

بے پردہ جمال خاص تیرا گر دیکھنے پائے خلق خدا
اک دم سے یہہ بول اوٹھے عالم سبحان اللہ سبحان اللہ

اس جا کی ہوا کا اک جھونکا کرتا ہی خدائی کے دلکو ہرا
کوچہ ہے کہ رشک باغ ارم سبحان اللہ سبحان اللہ

کرتا ہوں تیری جب حمد رقم ہوتا ہے عجب عالم اوسدم
بیساختہ خود لکھتا ہے قلم سبحان اللہ سبحان اللہ

اک دم میں بدل جائے عالم گر جوش پہ آئے بحر کرم
قطرہ بہی بھرے دریا کا دم سبحان اللہ سبحان اللہ

محبوب خدا اور شاہ امم آدم سے مفتخر اور آدم
ہو سب سے سوا اور حق سے کم سبحان اللہ سبحان اللہ

کس درجہ عزیز تم اوسکو ہوے ہے پیار اوسے کتنا تم سے
حق اور تمہاری کھائی قسم سبحان اللہ سبحان اللہ

ہر جا ہے وہی اک جلوہ نما اے سیف کہاں ہے شریک اوسکا
پھر لب پہ نہ آئے کیوں ہر دم سبحان اللہ سبحان اللہ

لطافت حق سے پائی گیا شان رفتہ رفتہ
بندہ ہوا خدا کا مہمان رفتہ رفتہ

یوں مرتبے بڑہائے اللہ نے تمہارے
جیسے سوا ہی جمع قرآن رفتہ رفتہ

کیا کیا نہ غم اوٹھائے تم نے ہماری خاطر — کیا کیا کئے نہ ہم پر احسان رفتہ رفتہ

گھر دین کا ہوا ہی آباد ہوتے ہوتے — اس بزم کا سجا ہی سامان رفتہ رفتہ

٧٩

اے سیف تو مدینے اک دن پہنچ رہیگا

ہو جائیگا یہ پورا ارمان رفتہ رفتہ

جو غم ترا اٹھاتے ہیں دلبستگی کے ساتھ — ساتھ ان کے ہے خوشی وہ نہیں ہے خوشی کیساتھ

کچھ انتہا نہیں ہے تمہارے لگاؤ کی — کیا کیا تعلقات ہیں ہر آدمی کے ساتھ

روز وصال ہی کے تصور میں مر مٹے — کاٹی ہے شب فراق بھی زندہ دلی کیساتھ

دل غمکدہ ہے وہ کہ الم کا تو ذکر کیا — اس میں خوشی بھی رہ نہیں سکتی خوشی کیساتھ

میں تیرے اس کرم کے تصدق ہزار بار — تیرا کرم ہو اور میری عاجزی کے ساتھ

ایسے بھی ہیں جو غم میں خوشی کے ہیں اندلن — ایسے بھی ہیں جو رنج اٹھائیں خوشی کیساتھ

٨٠

کچھ بھی نہیں جو آپ کی اک پیروی نہیں

سب کچھ ہے سیف آپ کی اک پیروی کیساتھ

اُف رے تیری نیرنگی اے جلوۂ جانانہ — خود شمع بنا کوئی بنکر تیرا پروانہ

کچھ ایسی پلا دے آج اے ساقی میخانہ — جو میری نظر دیکھے ہو جائے وہ مستانہ

پیاسا ہی نہیں رہتا پیاسا کوئی عرفاں کا — اک فیض کا چشمہ ہے ساقی تیرا میخانہ

میکش نہیں ہیں کوئی میخوار نہیں کوئی — کیا ہوش تجھے آئے ساقی کا ہوں مستانہ

رکھا تو ہے الفت کی منزل میں قدم تو نے — رستے میں نہ رہ جانا اے ہمت مردانہ

اللہ کے لئے کہدے کوئی یہ برہمن سے — بندے کیلئے معبد کعبہ ہے کہ بتخانہ

٨١

اے سیف جنہیں دیکھا ساقی نے محبت سے

ان مستوں کا عالم سے عالم ہے جدا گانہ

ہر وقت مئے عشق احمد سے ہوں مستانہ — ساقی کی ضرورت کیا کیا حاجت پیمانہ

کافی ہیں یہ دو چیزیں جنت میں پہنچنے کو ‏ — تصدیق رسالت کی توحید کا پروانہ
پیرو جو تمہارا ہے پیارا ہے وہ خالق کا ‏ — جو تم سے ہے بیگانہ حق اس سے ہے بیگانہ
سب پہ تیرا سایہ ہے سب ہیں تیرے سایہ میں ‏ — سب پہ ہے کرم تیرا اے ابر کریمانہ
بخشے تو ہے قسمت ورنہ جو خوشی تیری ‏ — کچھ زور نہیں تجھ پہ اے لطف کریمانہ
پی پی کے مئے کوثر جھوموں لب کوثر پر ‏ — بھر بھر کے وہ دیتے ہوں پیمانہ پہ پیمانہ
کیا سیف ہی عاشق ہے اے جان جہاں تیرا ‏ — دنیا تیری شیدا ہے عالم تیرا دیوانہ

ردیف یائے

میری زباں نہیں غیر کی ثنا کے لئے ‏ — زباں ملی ہے مجھے حمد کبریا کیلئے
ثنا البشر کی حقیقت میں اس کی ہی ہے ثنا ‏ — یہ سب خدا ہی کے اوصاف ہیں خدا کیلئے
قدیم ملک ہے اس کا غنی ہے ذات اسکی ‏ — خدا خودی کیلئے ہے خودی خدا کیلئے
خودی سے کام تیری بارگاہ میں نہ چلا ‏ — کہ جس سے تیرے لئے سر جھکا جھکا کیلئے
کبھی نہیں تیری درگاہ میں حجاب اے اللہ ‏ — اٹھے رہیں میرے ہاتھ بھی دعا کیلئے
کسی کی تاب نہیں تیرا حکم روک سکے ‏ — کہ بند و بست کوئی کرسکے قضا کیلئے
الٰہی تیرے ہی قبضے میں ساری باتیں ہیں ‏ — بشر تجھی سے کہے اپنے مدعا کیلئے
کرم سے اپنے الٰہی مجھے یہ دے توفیق ‏ — ہر ایک کام ہو میرا تیری رضا کیلئے
سماں غضب کا ہے میدان حشر کا اے سیف ‏ — کہ منتظر ہے ہر اک رحمت خدا کیلئے

تو ہی بچائیگا دونوں جہاں کے غم سے مجھے ‏ — بڑی امید ہے یارب ترے کرم سے مجھے
مرے کریم میرے حال پہ کرم فرما ‏ — کہیں نہ آئے ندامت شہ امم سے مجھے

یہہ آرزو ہے کہ لپٹا رہوں قدم سی تیرے
کبھی چھڑائے نہ کوئی تیری قدم سی مجھے
کرم سے اپنے الٰہی یہ حال کر میرا
سرور ہونے لگے تیرے ہر الم سے مجھے
طرح طرح کی یہ شیطان دہوکے دیتا ہے
تیرا کرم ہی بچاتا ہے اسکے دم سے مجھے
تیری جناب سے تمغہ ملے غلامی کا
نہ تخت کے سے غرض ہے نہ جام جم سے مجھے

کرم ہی چاہیے مجھ سیفت پر معاصی کو
یہہ ہی بچائیگا دنیا کے پیچ و خم سے مجھے

کیا تیرے کرم کا پوچھنا ہے
دن دونا ہے رات چوگنا ہے
عالم کا نظام کر رہا ہے
تو ساری خدائی کا خدا ہے
خود تیری خودی سے یہہ کھلا ہے
تو ساری خدائی کا خدا ہے
اے تیری عنایتوں کے صدقے
بے مانگے تجھے بہت دیا ہے
فیضان کا ابر جوش پر ہے
انوار کا مینہ برس رہا ہے
ارمان ہی دل میں بھر رہے ہیں
ارمانوں سے دل نہیں بھرا ہے

ایمان کے ساتھ سیفت اُٹھے
یارب یہی سیفت کی دعا ہے

بے غرض خلق پہ ہے عام عنایت تیری
اور کی جھوٹی ہے سچی ہے محبت تیری
تیری رحمت کی عجب شان ہے لے بندہ نواز
دوست تو دوست عدو پر بھی ہے رحمت تیری
حشر کے دن جو گناہگاروں سی بچکر رہجائے
کاش آئے مرے حصے میں وہ رحمت تیری
ایک آنسو بھی میری آنکھ سے ٹپکا جو کبھی
ایک ساون کی جھڑی بنگئی رحمت تیری
سیدہے رستے سے وہ بھٹکا ہی طلب ہے جنکی
یوں تو کافر کے بھی دل میں ہے محبت تیری
کارخانے تیری قدرت کے عجب ہیں یارب
سب کو حیران کئے دیتی ہے قدرت تیری

یا الٰہی اسے توفیق عطا کر ایسی
نہ زبان سیفت کی کرتی رہے مدحت تیری

دیگر

۸۶

خالی رحمت سے تو اپنا ہی نہ بیگانہ ہے
عام پر سایہ فگن ابر کریمانہ ہے

یہہ کبھی اسکا احاطہ ہی نہیں کر سکتی
عقل حادث ہے تیرا علم قدیمانہ ہے

شکر یہہ ایک ہی نعمت کا ادا کر نہ سکی
اور انعام ہے خلقت یہہ کہ روزانہ ہے

تیرے افسانے کی کیا بات ہے للّٰہ للّٰہ
ہر گھڑی سننے سے تازہ تیرا افسانہ ہے

۸۷

حکمتیں مصلحتاً اسنے چھپا رکھیں ہیں
سیفیؔ اسکا تو ہر اک کام حکیمانہ ہے

جو توبہ ہوگئی مقبول عذر خواہوں کی
تو کس حساب میں گنتی ہے پھر گناہوں کی

ہر اک قدم تیری رحمت کا یہہ تقاضا ہے
کہ آس ٹوٹنے پائے نہ رو سیاہوں کی

زبانِ حال سے ہر شے ہے شاہد وحدت
مگر ہے غور طلب کثرت ان گواہوں کی

یہہ آنکھ کیا تیرے جلوہ کو دیکھنے پائے
نظر جب آئے کہ چلمن اٹھے نگاہوں کی

۸۸

کہاں سلوک کہاں تو خدا خدا کر سیفیؔ
خبر یہی ہے کہ منزل ہے بیگناہوں کی

ہستی دلیتی یوں صورت دکھا رہی ہے
اک سانس آرہی ہے اک سانس جا رہی ہے

اے پردہ پوشِ عالم تیرے کرم کے صدقے
ہم عیب کر رہے ہیں رحمت چھپا رہی ہے

یارب تیرا کرم ہی رکھیگا شرم میری
ایسے عمل ہیں جن سے خود شرم آرہی ہے

جوشِ ہوس میں تیری نظروں سے گر رہے ہیں
پھر بھی ہماری خواہش ہم کو گھٹا رہی ہے

۸۹

یہہ سیفیؔ تیرے آگے کیا آپ آ رہا ہے
اس کو تیرے کرم کی امید لا رہی ہے

ستایش کے قابل تو جان آفریں ہے
وہ جیسا ہے ویسا تو کوئی نہیں ہے

تیرے ساتھ مخلوق ہرگز نہیں ہے
مگر خلق کے ساتھ تو ہر کہیں ہے

تیرے ایک ہونے کا اتنا یقین ہے | ہزاروں میں کہدوں کہ تجھ سا نہیں ہے

ہر ایک چیز کا تو نے جوڑا بنایا | کوئی چیز بے جوڑ اصلا نہیں ہے

اُدھر آسمان پر ستاروں سے رونق | ادھر نوعِ انسان سے زیبِ زمیں ہے

سب ہی کو ضرورت ہے تیری مدد کی | تیری ذات کون و مکاں کی معین ہے

۹۰ اگر غور سے سیف انسان دیکھے
تو کثرت بھی وحدت سے خالی نہیں ہے

دیگر

جو کچھ بھی لیا سب نے تجھ سے لیا ہے | تجھے کوئی کیا دیگا تیرا دیا ہے

تیرے ہی بگاڑے تو بگڑے گا اک دن | یہ سب کچھ تیرے ہی بنائے بنا ہے

یہ کہتی ہے چشمِ کرم ہر بشر سے | ادھر دیکھ ظالم کدھر دیکھتا ہے

فلک تک نظر اور پل بھر میں پہنچے | ان آنکھوں میں کیا جانے کیا رکھدیا ہے

کسی نے یہاں کچھ نہ کی لب کشائی | زباں میں سخن کا وہ جوہر رکھا ہے

خدائی سے ایسی ہوئی ہے نہ ہوگی | مگر الحمد میں جیسی تیری ثنا ہے

۹۱ بڑا فضل ہے سیف پر تیرا یا رب
اسے تو نے بے مانگے سب کچھ دیا ہے

میرا ہو طرفدار تیرا فضل الٰہی | بیکار رہے حشر میں اعضا کی گواہی

یا رب تیری درگاہ سے محروم ہو کون | تو نے تو ہر اک مانگنے والے کو دیا ہی

تو وہ کہ کبھی میرا برا ہی نہیں چاہا | میں وہ کہ کبھی اپنی بھلائی بھی نہ چاہی

خود توبہ کی محتاج ہے توبہ بھی تو میری | توبہ ہی الٰہی میری توبہ ہے الٰہی

۹۲ اے سیف گناہوں کی سیاہی کو مٹاؤ
بے اشکِ ندامت نہ مٹیگی یہ سیاہی

ساری مخلوق ہو اور ایک شفاعت تیری
دھوم ہو چار طرف روز قیامت تیری

تیرے انعام سے ہم داخل اسلام ہوئے
کیسی دولت ہمیں دی حق نے بدولت تیری

اس کا خالق ہے نگہبان رہیگی محفوظ
میٹ سکتا ہے بھلا کون شریعت تیری

لطف الفت کا تو جب ہی کہ بس ایسا ہو جائے
جان کے بدلے مرے دل میں ہو الفت تیری

آپ ہی ہم پہ الٹ جائے زمیں کا طبقہ
گر مدینے کی زمیں میں نہ ہو تربت تیری

نعت کہنے سے زمانہ میں مری بات بڑھی
نعت گوئی سے بڑھی کونسی شوکت تیری

۹۳

نعت میں حمد میں لکھی ہیں بہت سی غزلیں
آج کل زور پہ ہے سیفؔ طبیعت تیری

کچھ عجب نام محمد میں مزا رکھا ہے
جسنے ایک خلق کو شیدائی بنا رکھا ہے

درد کا درد دوا کی ہے دوا دونوں ہیں
آپ کے درد کو یوں دل سے لگا رکھا ہے

آپ کے عشق میں مر کر کوئی دیکھے تو سہی
اسی مرتے ہیں تو جینے کا مزا رکھا ہے

مٹ مٹا جاتے ہیں خود اسکے مٹانیوالے
آپ کے دین نے وہ رنگ جما رکھا ہے

اسطرح مجھے مے توحید پلائی تم نے
ایک ساغر نے خدائی کو چھکا رکھا ہے

حق نے یوں دیکھنے والوں کو دکھائی صورت
آپ کی خاص حقیقت کو چھپا رکھا ہے

۹۴

سیفؔ ایمان نہیں آپ کی الفت کے بغیر
یہ تو مضمون ازل ہی سے لکھا رکھا ہے

تصدق تیری راہ پیدا نے والے
خدا تک خدائی کے پہنچانیوالے

کسی در کا ذکر کیا سب نبی ہیں
تمہاری بدولت شرف پانیوالے

شفاعت سر حشر یہ کہہ رہی ہے
نہ گھبرائیں اب آئے گھبرانیوالے

تیری موت پر زندگی میری قربان
غم عشق احمد میں مر جانیوالے

گل داغ الفت کھلے ہی رہینگے
یہ ہرگز نہیں پھول مرجھانیوالے

خبر لے کہ اندھیر بڑھتا چلا ہے — زمانے میں اسلام چمکانے والے

۹۵

خدا کے لئے سیفؔ پر رحم فرما
خدا کے لئے رحم فرمانے والے

کیسی عذابِ حق سے محفوظ ہے خدائی — تم کیا جہاں میں آئے رحمت خدا کی آئی
بے دیکھے شکلِ اقدس عاشق ہوئی خدائی — در پردہ جلوہ گر ہے کیا شانِ دلربائی
پہنچا ہے کون تجھ تک کسکی ہوئی رسائی — تجھ کو خدا ہی جانے اے نورِ مصطفائی
تم نے کسی طرح کا سائل کبھی نہ ٹالا — کس دن تمہارے در سے خالی گئی خدائی
ادنیٰ غلام اُن کا چاہے جسے دکھا دے — ذرے میں ایک عالم قطرے میں اک خدائی
صدیوں کا شرک تمنے اس شان سے مٹایا — گھر گھر بھری جہاں میں توحید کی دہائی
پتھر کا گر نشان ہو پیشانی پر تو کیا ہے — پتھر میں بھی نشان ہو ایسی ہو جبہہ سائی
دم بھر میں جسکو چاہا پہنچا دیا خدا تک — اللہ رے رسائی اللہ رے رسائی

۹۶

بدلے میں دو جہان کے سیفؔ اُسکو میں نہ دونگا
عشقِ حبیبِ حق میں لذت جو کچھ اُٹھائی

دیگر

تمہارے تصور میں جو کٹ رہی ہے — وہ ہر سانس انمول اک زندگی ہے
وہاں تک رسائی کہاں ہو سکی ہے — اُسے کس نے جانا جو شانِ نبی ہے
جسے آدمی اپنا ایمان سمجھے — وہ کیا ہے بس اک آپ کی پیروی ہے
وہاں بھی تمہاری بنائے بنے گی — یہاں بھی تمہارے بنائے بنی ہے
میں اُن پانچ حرفوں کے سو بار صدقے — کہ جن سے شفاعت لکھی جا رہی ہے
مجھے کاش ہو جائے دیدار انہیں کا — جن آنکھوں نے شکل آپکی دیکھ لی ہے
میں اُس بحرِ الطاف کا تشنہ لب ہوں — یہ پیاس ایک دریا عجب چاہتی ہے

یہہ وہ چیز ہے جسکی پروا ہی سبکو | شفاعت کا محتاج ہر آدمی ہے

جو لے سیفؔ بے کھٹکے جنت دلائے
وہ حبِ نبیؐ ہے وہ حبِ نبیؐ ہے

۹۷ دیگر

اس شب کے ہیں طور انوکھے اس شب کے ہیں جلوہ نرالے

یہہ شب ہے کہ صبح سعادت نورانی ہے جس کی ظلمت
دن دیکھے تو آئے خجالت اس شب کے ہیں جلوہ نرالے

رحمت کے گھیرے ہیں بادل ہر باغ سے بڑھکے ہی جنگل
ہر پھول میں پیدا ہوئے پھل اس شب کے ہیں جلوہ نرالے

پستی کا بلند ہے پایا ہر شئے کو عروج ہے حد کا
پھر وقت کب آئیگا ایسا اس شب کے ہیں جلوہ نرالے

جبرئیل نے آکے جگایا یوں مژدہ طلب کا سنایا
چلئے کہ ابھی ہے بلایا اس شب کے ہیں جلوہ نرالے

ہر وقت کہ یاد تھی جسکی اب یاد میں وہ ہے تمہاری
اس شب کی ہے شان نرالی اس شب کے ہیں جلوہ نرالے

خود آپ مثال ہے اپنی ایسی تو سنی ہے نہ دیکھی
کیا بات ہے آج کی شب کی اس شب کے ہیں جلوہ نرالے

۹۸
جا کے گئے حق کے نظارے سب آٹھ گئے چلتے تھے پردے
کیوں سیفؔ یہ لب پہ نہ آئے اس شب کے ہیں جلوہ نرالے

جسے جو ملا ہی یہیں سے ملا ہے | عجب آستانِ حبیبِ خدا ہے
ازل سے نصیب اپنا چمکا ہوا ہے | ہمارا پیمبر حبیبِ خدا ہے

مزا ہو وہ پوچھیں کہ کیا مدعا ہے — کہوں میں سوا آپ کے اور کیا ہے
بہت آندھیاں آئیں کب گُل ہوا ہے — ہدایت کا اِکّا تو چل ہی رہا ہے
تیرے ہوتے کب دین پہ آنچ آئی — مخالف کو جل جل کے مرنا پڑا ہے
نہ بھولیگا عالم جیسے مرتے دم تک — سبق تم سے توحید کا وہ پڑھا ہے
یہ نعمت تو اللہ دے ہر کسی کو — تمہاری محبت کا کیا پوچھنا ہے
الٰہی یہ عالم ہو عشقِ نبیؐ میں — کہے حال یہ عاشقِ مصطفےٰ ہے

۹۹

میں حیراں ہوں سیدت کیا نعت لکھوں
جو لکھنا ہوں کہتا ہے دل کیا لکھا ہے

نورِ خدا ہے جو وہی بندہ خدا کا ہے — نسبت تضاد کی ہے تعلق بلا کا ہے
کہنا یہی تو دین شہِ انبیا کا ہے — جو بندگی میں ہے وہی بندہ خدا کا ہے
پہنچی کہاں درود کے پڑھتے ہی دیکھنا — بابِ قبولیت پہ کھٹکا نا دعا کا ہے
حوروں کو آرزو ہے تمنا بہشت کو — کیا رنگِ رُخ غلامِ شہِ انبیا کا ہے
طیبہ سے آکے مردہ دلوں کو جلاتی ہے — اعجاز پہ مسیح کے احسان ہوا کا ہے
سو جو جان سے اُسپہ منزلِ تسلیم ہی نثار — جو دل سے راہِ عشق میں جو یا رضا کا ہے

۱۰۰

اے سیدت چلتی ہے یہ طیبہ سے ہر ساعت
طیبہ تو خاص رحمتِ باری کا ناکا ہے

بخشش کے پھول لاکر سب کو سونگھا رہی ہے — محشر کے دن شفاعت کیا گُل کھلا رہی ہے
رنگِ غضب پہ آخر غالب ہی آئی رحمت — وہ آپ کی شفاعت بیڑا اُٹھا رہی ہے
سُن کر کہ یاد رو رو نے احمد لگی ہوئی تھی — اپنے گلے سے رحمت اُن کو لگا رہی ہے
شوقِ لقا تقاضا ہر بار کر رہا ہے — آوازِ اُدنُ منّی آ کے بڑھا رہی ہے
جنت کے مدتوں میں ارمان نکل رہے ہیں — لے لے کے اُن کے خادم زینت بڑھا رہی ہے

اللہ رے شان تیری اے قوت شفاعت　　بار خطائے امت کب سے اٹھا رہی ہے

۱۰۱

اے سیف عاشقان احمد کی آرزو میں
ہر حور بن سنور کر جوبن دکھا رہی ہے

بہا جاتا ہے کوئی دم میں سارا دفتر عصیاں　　بن آئی اب شفاعت ایک دریا بنکر آئی ہے
بغیر اسکے کوئی دنیا کے پھندے سے کہاں نکلا　　تمہارے غم میں پھنس جانا تو انسانکی رہائی ہے
تیری ہی وجہ سے امت تیری خیر الامم ٹھہری　　تیرے ہی صدقے میں اسنے بڑی تقدیر پائی ہے
غم عشق محمد دل میں رکھ چھوڑا ہے مدت سے　　یہی ہے آشنا میرا اسی سے آشنائی ہے
فدا کیونکر نہو خلق ایسے نام والے پر　　کہ جس کے نام اقدس ہی میں شان دلربائی ہے

۱۰۲

حقیقت آپکی اے سیف کس پر ہو سکی ظاہر
وہاں تک کون پہنچا ہے وہاں کسکی رسائی ہے

جلوہ گر عالم میں کیا پھر شان یکتائی ہوئی　　تیری شیدا ہو کے خلقت حق کی شیدائی ہوئی
حشر میں ہر دل پہ ہیبت کی گھٹا چھائی ہوئی　　ڈھونڈتی پھرتی ہے خلقت تم کو گھبرائی ہوئی
کس لئے پڑتی نظر دنیا پہ للچائی ہوئی　　یہ تو ٹھیری آپکی ٹھوکر کی ٹھکرائی ہوئی
بات تو یہ ہے کہ نازاں اس پہ دانائی ہوئی　　جس نے سمجھی آپ کی ہر بات سمجھائی ہوئی
اسمیں کیا شک ہے وجود خلق کی رونق ہو تم　　تم سے بزم کن فکاں کی خاص زیبائی ہوئی
دیکھنے والے تصدق کیوں نکرتے جان و مال　　نام ہی سنکر تمہارا خلق شیدائی ہوئی
حق وہ ہی جس کا کہ ہر فرمان پیارا ہو تمہیں　　تم وہ ہو حق کو ہے جسکی ہر ادا بھائی ہوئی
حشر میں ایک پر سو طرح کا ہے عذاب　　آج تیرے دشمنوں کی کیسی رسوائی ہوئی
سر ہی اپنا اٹھا نہیں سکتا خطا کے بار سے　　حشر میں کیونکر اٹھیگی آنکھ شرمائی ہوئی
سارے عالم کے گناہ اکدم مٹا سکتی ہے یہ　　تیری رحمت اور وہ بھی جوش پر آئی ہوئی
پیش اعدا مست ہو ہو کر شفاعت سے یہاں　　آپکی امت چلے گی چال اٹھلائی ہوئی

گلشن ایمان تر و تازہ ہے اُن کی چاہ سے ۔۔۔ جائیگی کیوں یہہ بہار یہ خزاں آئی ہوئی
ایک ہل چل پڑتی عالم میں جو دو ہوتے خدا ۔۔۔ باعث نظم دو عالم تیری یکتائی ہوئی
حشر سے پہلے اُسے ہوش آئے یہ ممکن نہیں ۔۔۔ وہ جو دنیا ہے تیرے جلوے کی تڑپائی ہوئی

۱۰۳
حضرت عیسیٰ ؑ کے دم مُردے جی اُٹھتے تھے سیفؔ
آپ کے اعجاز سے زندہ مسیحائی ہوئی

جائے اور عشقِ نبیؐ ایسا نہیں ہوگا کبھی ۔۔۔ پتلیاں پھر جائیں لیکن دل پھریگا کیا کبھی
آپؐ کی اُمت کی سیرابی سے کیوں کوثر رُکے ۔۔۔ پینے والوں سے تو دریا کم نہیں ہوتا کبھی
گلشن اسلام میں یارب وہ پھر آئے بہار ۔۔۔ پھر بھی یہہ ویسا ہی ہو جائے کہ جیسا تھا کبھی
تابِ نظارہ نہیں جنکو وہ نہیں ہے بے حجاب ۔۔۔ دیکھنے والوں سے وہ کرتے نہیں پردا کبھی
ہم تو بندے ہو کے تیری یاد سے غافل رہے ۔۔۔ تو خدا ہو کر بھی بندوں کو نہیں بھولا کبھی
کون سے دن آپؐ نے انکار سائل سے کیا ۔۔۔ غیر تشہد کے نہیں نکلا زباں سے لا کبھی

۱۰۴
گرچہ آنکھیں سیفؔ کی دیدار کے قابل نہیں
پر جھلک ہی روئے انور کی دکھا دینا کبھی

دم نکلے تیرے غم میں ارمان ہے تو یہہ ہے ۔۔۔ اسلام ہے تو یہہ ہے ایمان ہے تو یہہ ہے
ہم سے ہی کام رکھو فرمان ہے تو یہہ ہے ۔۔۔ ایمان کی تو یوں ہے ایمان تو یہہ ہے
کونین کے تو مالک اور اُسپہ انکساری ۔۔۔ اخلاق ہیں تو یہ ہیں اور شان ہے تو یہہ ہے
بے مانگے دی خدا نے بندوں کو تم سی نعمت ۔۔۔ الطاف ہے تو یہہ ہے احسان ہے تو یہہ ہے
نورِ خدا ہی ہو کر کی بندگی خدا کی ۔۔۔ چھوڑی نہ آدمیت انسان ہے تو یہہ ہے
اسبابِ معصیت کا لیجائینگے سروں پہ ۔۔۔ افسوس پاس اپنے سامان ہے تو یہہ ہے

۱۰۵
محشر کے دن مساجد سارے چمکتے ہوں گے
سیفؔ اُن کے اُمتی کی پہچان ہے تو یہہ ہے

۱۰۶

دونوں عالم میں تمہارا محب آباد رہے — جس سے تم شاد ہو اُس سے خدا شاد رہے

سب کی فریاد رسی کام تمہارا نکلا — کس طرح داد سے خالی میری فریاد رہے

ایک ہم ہیں کہ تمنا ہے ہمیں رہنے کی — ایک وہ ہیں جو تیری کوچہ میں آباد رہے

نزع میں بھی تو نہ بھولے وہ گنہگاروں کو — ایسی حالت میں بھی ہم لوگ انہیں یاد رہے

حق کو یہ پاس کہ غمگین نہ ہو محبوب میرا — اُن کو یہ فکر کہ اُمت میری دل شاد رہے

یوں رہیگی تیری سایہ میں یہ اُمت حشر — جس طرح سایہ میں ماں باپ کے اولاد رہے

کون ایسا ہے رسولوں میں بجز شافعِ حشر — سیفؔ ہر حال میں اُمت کی جسے یاد رہے

۱۰۷

جو ہم سے خوش ہیں حبیبِ خدا تو سب کچھ ہے — کہ کچھ نہ ہونے پہ یہ آسرا تو سب کچھ ہے

عمل پہ اپنے نظر ڈالئے تو کچھ بھی نہیں — جو دیکھئے کرم آپ کا تو سب کچھ ہے

عجیب چیز ہے یہ اس کا پوچھنا کیا — ہے دل میں عشقِ شہِ انبیا تو سب کچھ ہے

وہ موت کچھ بھی نہیں ہے جو اس سے خالی ہے — تمہارے دھیان میں آئے قضا تو سب کچھ ہے

اُمیدِ عفوِ خطا تو عطا سے ہے لیکن — ذرا ذرا سا وہاں دیکھنا تو سب کچھ ہے

میرا قصور ذریعہ بنا ہے رحمت کا — اس اعتبار سے میری خطا تو سب کچھ ہے

یہ تیرا عذر رکنہ سیفؔ یوں تو کچھ بھی نہیں — مگر قبول وہاں ہو گیا تو سب کچھ ہے

۱۰۸

کٹے عمر یا مصطفیٰ کہتے کہتے — قضا آئے صلِ علیٰ کہتے کہتے

اُٹھانا نہ تربت سے لے شورِ محشر — لگے آنکھ گر مصطفیٰ کہتے کہتے

وہ سُن لیں تو مرجاؤں مارے خوشی کے — دلِ زار کا ماجرا کہتے کہتے

بس آخر وہی مدعا میرے نکلیں — محمدؐ کہوں مدعا کہتے کہتے

وہ بدلے تو ہیں زندگی اس سے بدلوں — مرے سیفؔ جو مصطفیٰ کہتے کہتے

بنا کو تعین نورِ مصطفیٰ سے
بڑی نسبت ہے بندے کو خدا سے

نہ کیوں توبہ کروں جرم و خطا سے
کہ میں بندہ ہوں ڈرتا ہوں خدا سے

کلی دل کی نہ مرجھائے الٰہی
یہ کھل جائے مدینے کی ہوا سے

تجلی گاہِ حق دونوں جہاں ہیں
ظہورِ شانِ ختم الانبیاؐ سے

دو عالم کا ہوا آئینہ روشن
فروغِ عکسِ نورِ مصطفیٰؐ سے

قیامت میں وہ ہوگا ساتھ بیشک
جسے ہوگی محبت مصطفیٰؐ سے

۱۰۹
کسی سے حق کو وہ الفت نہیں ہے
جو الفت ہے محمدؐ مصطفیٰؐ سے

اللہ رے رتبے شہِ ابرار تمہارے
اللہ کے طالب ہیں طلبگار تمہارے

ہیں رشکِ مہ و مہر یہ رخسار تمہارے
رحمت کی گھٹا گیسوئے خمدار تمہارے

اچھوں سے بھی اچھے ہیں مریضانِ محبت
صحت کو برا کہتے ہیں بیمار تمہارے

اے عاصیو کچھ غم نہ کرو حشر کے دن کا
سوچو تو ذرا کون ہیں غمخوار تمہارے

اللہ کا دیدار ہے دیدار تمہارا
اللہ کے انوار ہیں انوار تمہارے

تم وہ ہو کہ مانا تمہیں ہر فردِ بشر نے
کفار بھی قائل ہوئے ناچار تمہارے

۱۱۰
اے سیفؔ لکھی نعتِ رسولِ شہِ ابرار
اب نعت میں بھی ہو گئے اشعار تمہارے

کیونکر سمجھ میں آئے کمالِ محمدی
بے حد سمجھ سے دور ہے حالِ محمدی

ہر اک کمال کو ہے زوال اس میں شک نہیں
لیکن ہے بے زوال کمالِ محمدی

محبوب کا خیال ہی محبوب بن گیا
گھر کر گیا ہے دل میں خیالِ محمدی

اس سے زیادہ حسن کی تعریف کیا کریں
خالق کو ہے پسند جمالِ محمدی

اپنا ہی عالم آپ نے دیکھا بنا کے شکل
آئینۂ خدا ہے جمالِ محمدی

کیا طائرانِ قدس کی پرواز کام دے / ہے لامکان ریاضِ کمالِ محمدی
جملہ صفاتِ ذات کی صورت ہیں بے مثال / کیا ہو بیان حسنِ خصالِ محمدی
دستِ دعا کی شرط ہے حشر میں خدا / آجائے ہاتھ دامنِ آلِ محمدی

111 اے سیفؔ دیکھ چھوٹ نہ جائے یہ حشر میں / مضبوط تھام دامنِ آلِ محمدی

تقربِ خاص حق کا عام قربت ہے محمد کی / زہے عز و شرف کیا چیز صحبت ہے محمد کی
سرِ محشر عجب کچھ شان و شوکت ہے محمد کی / خدا کی بادشاہت ہے وزارت ہے محمد کی
ظہورستان وحدت ہے فروغِ بزمِ کثرت ہے / سراپا مظہرِ کامل حقیقت ہے محمد کی
نہ ہو کیوں فضل پیہم عاشقِ روئے محمد پر / شبیہہ فضلِ باری عینِ صورت ہے محمد کی
قیامت میں گنہگاروں کو کیا ناز ہے اسپر / کرم ہے یہ خدا کا یا شفاعت ہے محمد کی
محمد کے کرم کی انتہا کو کوئی کیا پہنچے / کہ حق کا مہربان ہونا عنایت ہے محمد کی
الٰہی اتنی گنجائش تو پیدا کر مرے دل میں / کہ اُن کو دل میں رکھ لوں جنکو حسرت ہے محمد کی
خدائی میں جو کوئی امن چاہے اسمیں آ بیٹھے / کہ ہر طوفان سے کشتی سلامت ہے محمد کی

112 محبت اور اتنی سیفؔ بس ایمانِ کامل ہے / وہ سب کچھ ہے کہ جس کو کچھ بھی اُلفت ہے محمد کی

خدا کو کیسی خاطر کتنی چاہت ہے محمد کی / کہ ساری اُمتوں میں بہتر اُمت ہے محمد کی
الٰہی جسقدر ارمان ہیں سارے نکلجائیں / مگر وہ دل میں رہ جائے جو حسرت ہے محمد کی
الٰہی میری حالت ایسے لوگوں کی سی ہو جائے / جنھیں بیتاب رکھنے والی فرقت ہے محمد کی
بظاہر دیکھنے والوں نے دیکھا اُن کو دُنیا میں / مگر وہ کس نے دیکھی ہے جو صورت ہے محمد کی
تیری قدرت کے قربان اسقدر توفیق دیدینا / لحد میں دیکھ کر کہدوں یہ صورت ہے محمد کی
خدا کے بعد آخر کس کا رتبہ ہے محمد کا / خدا کے بعد آخر کس کی عظمت ہے محمد کی

جسے ایمان کہتے ہیں وہ تصدیق رسالت ہے — جسے سلام کہتے ہیں شریعت ہے محمدؐ کی

۱۱۳
خدا نے بعد حضرتؐ کے نبوت ہی نہیں رکھی
خدا کو حد سے بڑھ کر سیفی الفت ہے محمدؐ کی

قطعہ

تصور جب کیا کعبہ کا نقشہ اس کا آیا ہے — تیرا روضہ مری نظروں میں کچھ ایسا سمایا ہے
تمہاری شکل دیکھوں جب کہوں آنکھیں ہی کہتی ہیں — وگرنہ یوں تو آنکھوں نے مجھے کیا کیا دکھایا ہے
وہ حق ہے جس نے تم سا حامیِ امت کیا پیدا — وہ تم ہو جس نے سب کو مژدۂ بخشش سنایا ہے
تمنائے دو عالم سے نہ ہو کیوں سیر دل میرا — یہ کیا کم ہے کہ تم نے اپنا شیدائی بنایا ہے
تیرے دیدار سے مسرور ہو ہو کر تڑپتے ہیں — تیرے مستوں نے محشر میں بھی اک محشر اٹھایا ہے
تیرے دربار میں آ نکلی میرے دھوم مچ جائے — تعجب سے فرشتے یوں کہیں یہ کون آیا ہے
فرشتوں سے کہوں میں یہ تو اچھا ہے تمہیں اتنا — یہ رتبہ میں نے نعتِ پاک کے صدقہ میں پایا ہے

۱۱۴
سنبھالا سیفی کو تیرے کرم نے ای کرم فرما
رہِ طاعت میں جب مرا بھی قدم کچھ ڈگمگایا ہے

عنایت انکی امت پر بڑی ہے — کہاں جا کر مری قسمت لڑی ہے
مدد کر ہادیِ راہِ شریعت — سفر ہے دور کا منزل کڑی ہے
ذرا ہیں پاک کر ڈالا خطا سے — شفاعت ہی کہ رحمت کی جھڑی ہے
تمہارے دیکھنے کی آرزو ہے — میرے دل سے مری حسرت بڑی ہے

۱۱۵
پہنچنا آپؐ تک دشوار ہے سیفی
رسائی کوئی رستے میں پڑی ہے

رسول اکرم حبیبِ دادار گئے فلک پر ملے خدا سے
ہماری خاطر کفیل بن کر گئے فلک پر ملے خدا
بدل گئی اب ہماری حالت چمک گئی اب ہماری قسمت

سپردِ شفاعت شفیعِ محشر گئے فلک پر ملے خدا سے

ہمارے غم خوارِ حق کے پیارے ہمارے آقا ہمارے حامی
ہمارے ہادی ہمارے رہبر گئے فلک پہ ملے خدا سے

یہہ شان یہہ مرتبہ یہہ رفعت یہہ اوج یہہ قربِ خاص حضرت
براق پہ وہ سوار ہو کر گئے فلک پر ملے خدا سے

پلایا اُس جا بھی شربتِ دید آپ نے سارے قدسیوں کو
سوئے خدا جب قسیمِ کوثر گئے فلک پر ملے خدا سے

جلو میں تھے سینکڑوں فرشتے ادب سے ساتھ چل رہے تھے
عجب طرح سے حبیبِ داور گئے فلک پر ملے خدا سے

۱۱۶

بیان ہو کیا سیفؔ وصف اُن کا ادا ہو کس منہ سے شکر اُن کا
جو بیکسوں کی پناہ بنکر گئے فلک پر ملے خدا سے

ہمارے کون سے اعمال ہیں خدا کے لئے
خدا کا فضل ہے ہم پہ تیری رضا کیلئے

خدا کے فضل و کرم سے وہ مقتدا ہے تو
بتائے کون مکان تیری اقتدا کیلئے

کمال آپ کے یاروں کا پوچھنا کیا ہے
یہ چار رکن ہیں اسلام کی بنا کیلئے

جب اون کا نور سمایا نہ ایک عالم میں
تو دو جہان بنے شاہِ دوسرا کیلئے

خدا کا اور کوئی رازدار کیوں ہوتا
یہہ بات خاص تھی محبوبِ کبریا کیلئے

میرے نصیب کے پھر اوج کا بیان کیا ہو
کہ میری خاک ہو اور تیرے نقشِ پا کیلئے

الٰہی نعتِ محمد میں عمر پوری ہو
کھلیں نہ سیفؔ کے لب غیر کی ثنا کیلئے

۱۱۷

لوگ جاں آپ پہ قربان کیا کرتے تھے
کامل اس شان سے ایمان کیا کرتے تھے

لطف کیا دوست پہ ہر آن کیا کرتے تھے
آپ دشمن پہ بھی احسان کیا کرتے تھے

نقص سے پاک تھا ایمانِ صحابہؓ بالکل | پورے اسلام کے ارکان کیا کرتے تھے
بد دعا کی نہ کبھی آپ نے اللہ رے حلم | کیسا کفار پہ احسان کیا کرتے تھے
تیرے یاروں کو فقط تیری رضا تھی مطلوب | مال کیا جان بھی قربان کیا کرتے تھے
فکر فردا کی نہ کی مال لٹانے میں کبھی | آپؐ کس شان سے گذران کیا کرتے تھے

۱۱۸
ایک سے تھے حضرتِ خالد بھی شجاعت میں سیفؔ
ہر طرف صاف ہی میدان کیا کرتے تھے

رہتے رہتے کر گئی گھر دل میں اُلفت آپکی | جان سے پہلے نہیں نکلے گی حسرت آپکی
کیا یہ کچھ کم ہے کہ کہلاتے ہیں اُمت آپکی | ناز کرنے کو ہمیں کافی ہے نسبت آپکی
آپؐ کے اخلاق کی تعریف کیونکر ہو سکے | حق کی عادت سے بہت ملتی ہے عادت آپکی
جھوٹ کی تہمت لگاتے تھے جو دشمن دین کے | کیسی جھٹلا رہی ان کو صداقت آپکی
ہم کو چھوڑا ہے نہ چھوڑیگی کسی حالت میں یہ | ہم کو بھولی ہے نہ بھولے گی عنایت آپکی
آپ پر ایمان لے آتے تو کیوں ہوتے ذلیل | سچ تو یوں ہے کافر دیے اپنی ذلت آپکی

۱۱۹
لطفِ اُلفت کا تو بس جب ہے کہ ایسا حال ہو
سیفؔ رگ رگ میں سما جائے محبت آپکی

لطف کی صورت دکھائی ہے شفاعت آپکی | رحمتِ حق کا ہے آئینہ نبوت آپکی
کیوں نہ ہو بے مثل آخر بادشاہت آپکی | کس سے ملتی ہے جہاں میں شان و شوکت آپکی
غیر ممکن ہے کہ دریا ہو سکے کوزے میں بند | آ نہیں سکتی سمجھ میں کچھ حقیقت آپکی
اک جہاں گھیرے ہوئے ہے اسکی وسعت دیکھنا | شانِ رحمت کی دکھاتی ہے شفاعت آپکی
دیکھ کر خورشید بھی جس کو حیا سے منہ چھپائے | وہ اُجالا کرتی ہے دل میں محبت آپکی
جلوہ گر طاعت کی صورت میں ہو میرا ہر گناہ | مجھ سے عاصی پر جو کچھ بھی ہو عنایت آپکی

۱۲۰
اسکے آگے سیفؔ نہیں کیوں رکھ دیں غیر
دل میں رہنے کیلئے کافی ہے الفت آپکی

آج رحمت کے یہ بادل جو صبا لائی ہے — کیا مدینے کی طرف ہو کے یہاں آئی ہے
اوسکی کیا بات ہے جسکو ہے تمنا اون کی — اوس کا کیا پوچھنا جو اون کا تمنائی ہے
دیکھتا ہے وہ ہر اک شکل میں جلوہ اونکا — اونکے شیدا کو تو محفل میں بھی تنہائی ہے
ہے تو یوں خالق یکتا ہی اوسے جانتا ہی — اوسکے محبوب میں حسن و شان کی یکتائی ہے

١٢١

سیف کیوں ٹونک میں رحمت کے نہ برسیں بادل
مولد پاک کی ہر سمت گھٹا چھائی ہے

جو خاص دن ہے مقرر جزا سزا کیلئے — وہ دن ہے عید کا ہر عاشق خدا کیلئے
طرح طرح کے ہیں راز و نیاز رب کے ساتھ — جدا جدا ہیں مقامات اولیا کیلئے
عروج عشق ہو یارب ہلال کی صورت — تنزلی ہو ترقی انتہا کے لیئے
انہیں کے ساتھ مرا حشر بھی ہو یا اللہ — جنہوں نے بعد فنا بھی مزے بقا کیلئے

١٢٢

خدا کا شکر کرو سیف کیا ملی نعمت
یہ درد دل تو ہے مخصوص مبتلا کے لئے

وہ کونین ہیں تم پر اظہار کی — جو ہے مصلحت راج دربار کی
دو عالم کو خواہش حضوری کی ہے — عجب شان ہے تیری سرکار کی
غم دو جہاں دل سے جاتا رہا — جو نام محمد کی تکرار کی
مریض محمد سے اچھا ہے کون — بڑی اچھی حالت ہے بیمار کی
رکھوں کیوں نہ قرآن پیش نظر — کہ یہ اک نشانی ہے سرکار کی
عجب چیز تھا کی گنہگار نے — کہ تم پر نظر ہے گنہگار کی
لحد میں رہے روے روشن کی یاد — سیاہی نہ چھپائے شب تار کی
کرم پر کرم ہے تیرا اے کریم — خطا پر خطا ہے خطاوار کی
تیرے اک کرم نے شکر دے یہ بیس — خطائیں سے کی اور سو بار کی

کُنہ کو بیک جاننا ہے غضب
یہ بھاری خطا ہے خطاکار کی
اگر وہ خفا ہوں تو کیونکر بنے
جو بگڑی بنائیں گنہگار کی

ذرا پہلے آنکھیں تو ہوا دو سیفتؔ
تمنا ہے اور ان کے دیدار کی

مطلب ہے مطلب سے مقصد ہے مقصد سے
جا کر نہ کبھی آؤں دربار محمدؐ سے
ہر وقت اُٹھائیں یہ اک لطف سوا حد سے
لب نام محمدؐ سے دل نورِ محمدؐ سے
اے خار الم کیوں ہے یہ چھیڑ سوا حد سے
کیا رنج تجھے پہنچا شیدائے محمدؐ سے
محبوبؐ خدا ہو کر کی حمد و ثنا آتی
تعریف ہوئی ظاہر خود نام محمدؐ سے

١٢٤
اُٹھتے ہی سر محشر ہو صلِ علیٰ لب پر
سیفتؔ ایسے میسر ہو اُٹھنا مجھے مرقد سے

مخزنِ عرفان معین الدین چشتی سنجری
بحر بے پایاں معین الدین چشتی سنجری
مظہرِ شانِ ولایت مرد میدان رضا
خواجۂ ذیشان معین الدین چشتی سنجری
جس کو چاہا منزلِ مقصود تک پہنچا دیا
اے تیرے قربان معین الدین چشتی سنجری
کچھ سمجھ ہی میں نہیں آتا کسی انسان کے
تو ہے وہ انسان معین الدین چشتی سنجری

١٢٥
مدعائے جان نثاراں آرزوئے عاشقاں
خلق کے ارمان معین الدین چشتی سنجری

ہوشے دیوانے ہوشیاری کی
ورنہ طاقت تھی رازداری کی
کیا رکھی ہے نظر میں باریکی
دیکھنا سیفتؔ شان باری کی
دیکھنا شان مغفرت کی حیا
شرم رکھ لی گناہگاری کی
عجز مقبول بے نیاز ہوا
واہ رے شان انکساری کی
کچھ حقیقت کسی پہ کھل نہ سکی
بیخودی خوب پردہ داری کی

ہائے دم بھر میں دم تمام ہوا — زندگی اچھی دم شماری کی

۱۲۶ عالمِ بیخودی عجیب ہے سیفؔ
روشنی ہے وہاں نہ تاریکی

لیے ندامت زبانی توبہ ہے — توبہ توبہ یہ کیسی توبہ ہے
دن میں سو بار ٹوٹ جاتی ہے — اپنی توبہ بھی کوئی توبہ ہے
عمر ساری کٹی گناہوں میں — میرے اللہ میری توبہ ہے
بے کرم کون توبہ کرتا ہے — وہ کرم ہے جو سچی توبہ ہے
تیرے اس پیار اس کرم کے نثار — تجھے پیاری ہماری توبہ ہے
جس میں شرمندگی کا نام نہ ہو — ایسی توبہ تو جھوٹی توبہ ہے

۱۲۷ جو ہوا سیفؔ چار دن کیلئے
ایسی توبہ سے اپنی توبہ ہے

تصوّف

یہ میرا جوشِ جنوں سب سے جداگانہ ہے — میری وحشت کا علاج آپ کا افسانہ ہے
سب حسینوں سے ترا حسن جداگانہ ہے — ایک تو شمع ہے دنیا تیری پروانہ ہے
ہوش میں آکے ذرا اس کو لگاتا منہ سے — زندگی ایک چھلکتا ہوا پیمانہ ہے
درد والے اسے ہر وقت بھرا رکھتے ہیں — جس کو دل کہتے ہیں اک درد کا پیمانہ ہے
کوئی ساغر پہ تو موقوف نہیں بادہ کشی — ظرف والے کیلئے اوک بھی پیمانہ ہے
پہلی منزل میں تیرے پاؤں تھکے جاتے ہیں — اے طلب بس یہی کیا ہمتِ مردانہ ہے
گھر کی گھر والے سے بستی ہے یہ سب جانتے ہیں — تو نہیں دل میں تو پھر دل نہیں ویرانہ ہے
حاصلِ زیست ہے کیا نام ہے مرمٹنے کا — جان کیا چیز ہے معشوق کا نذرانہ ہے

نشۂ بادۂ توحید عجب شے نکلا | ایک سے ایک نئے رنگ کا مستانہ ہے
تیرے قربان مجھے ایسی پلا دے ساقی | حال کہدے کہ عجب رنگ کا مستانہ ہے

۱۲۸ مست ساقی کا ہے سیفؔ کہ میخوار ہے تو
دھیان ساقی کی طرف ہاتھ میں پیمانہ ہے

گل پہ بلبل ہے فدا شمع پہ پروانہ ہے | سیفؔ انسان ہے یوں آپ کا دیوانہ ہے
شور ہے پھیلا دلِ شوق کا اک عالم میں | اپنی خاموشی بھی اک نعرۂ مستانہ ہے
وہ تجھے دیکھتے ہیں دل میں کہ جو اہلِ دل ہیں | کون کہتا ہے کہ ہر دل ترا کاشانہ ہے
جن کو آتا ہے نظر اُن کی نظر سے دیکھو | ذرّے ذرّے میں نہاں جلوۂ جانانہ ہے
جینے والے کے لئے موت ہی آئی اک دن | مرنے والے کیلئے جان بھی روزانہ ہے
چپے چپے پہ ہے خلقت کی توحید سے مست | جسجگہ دیکھئے اس رنگ کا میخانہ ہے
ماہِ کامل کو ذرا غور سے دیکھ اے غافل | زندگانی کا چھلکتا ہوا پیمانہ ہے
عاشقی حسن کی تاکید ہے کیونکر نہ کریں | یہ جہاں شمع ہے دل بھی تو پروانہ ہے
ہر گھڑی مجمع غم ساتھ لگا رہتا ہے | اپنی تنہائی ہے یا کوئی جلوخانہ ہے
خلوتِ خاص میں آنے کی اجازت ہے کسے | ہوش کیا آ کے کرے گا کوئی دیوانہ ہے

۱۲۹ اس کے بننے کیلئے چاہئے مدت ہی سیفؔ
آدمی کب ہے یہ بگڑا ہوا کاشانہ ہے

یہ غلط ہے تجھ سے جدا اور تیرا دیوانہ ہے | ہو نہیں سکتا کبھی بے شمع پروانہ ہے
ایسے ملتے ہیں کہ جیسے کوئی اپنا ہی ملے | ایسے رہتے ہیں کہ جیسے کوئی بیگانہ ہے
یہ صدائیں آ رہی ہیں منزل تسلیم سے | یہ جگہ وہ ہے جہاں ہشیار دیوانہ ہے
وصل جاناں ہی حقیقت میں فنا کا نام ہے | شمع کے ہوتے ہوئے کس طرح پروانہ ہے

۱۳۰ حق تو یوں ہی سیفؔ رحمت کا تقاضا ہی یہی | خلق پہ سایہ فگن ابر کریمانہ رہے

ورد زباں رہیگی جو تیری گفتگو ہے — انکلیگی دل سے کیونکر جو تیری آرزو ہے
ہر شے میں تیرا جلوہ ہر جا ظہور تیرا — ہو آنکھ دیکھنے کو ہر شے میں تو ہی تو ہے
کچھ بھی نہیں وہ جسکو تیرا نہو تجسس — سب کچھ ہے وہ کہ جسکو اک تیری جستجو ہے
نیرنگیوں سے تیری ظاہر ہے تیری وحدت — ہر شے یہہ کہہ رہی ہے اپنی مثال تو ہے

١٣١ مشکل جہاں رسائی اس جا لگاؤ دل کا
دشوار جس کا ملنا سیفؔ اسکی آرزو ہے

بیطرح رنگ لائے گا کوئی — ہر طرح کے نقشہ جمائے گا کوئی
کوئی دیکھے بھی دیکھنے والا — روز جلوے دکھائے گا کوئی
خود بخود آنکھیں بند ہوتی ہیں — کیا تصور میں آئے گا کوئی
یاد تیری بھلائے گی سب کو — تجھے کیونکر بھلائے گا کوئی
کچھ سمجھ میں یہہ بات آئی ہے — کچھ سمجھ میں نہ آئے گا کوئی

١٣٢ کوئی آسان بات ہے دیدار
سیفؔ برسوں نہ لائے گا کوئی

آج تک روح کو انسان نہ سمجھا کیا ہے — فکر تجھ تک جو نہ پہنچے تو اچنبھا کیا ہے
اس میں ارمان بھی صدہا ہیں یہہ تنہا کیا ہے — ایک دنیا ہے بغل میں دل شیدا کیا ہے
دے خدا عقل تو دیوانہ بشر بنجائے — جب جنوں ہی نہو پھر ہوش میں آنا کیا ہے
کسکو ہے تاب نظارا جو اُسے دیکھ سکے — دیکھ لے چشم تمنا تجھے سوجھا کیا ہے
اُسکے جلوؤں کی کوئی حد نہیں سبحان اللہ — دیکھنے والے یہہ کہتے ہیں کہ دیکھا کیا ہے
امتیاز اچھے برے کا ہے تبھی مزہ — بیخودی اور سوا ہو تیرا کہنا کیا ہے
آدمی اپنی حقیقت کو ذرا غور کرے — آگے اس قطرۂ ناچیز کے دریا کیا ہے

١٣٣ چھوڑ کر سب کو وہ ہو جائیگا اوسکا اے سیفؔ — جس کو ہر وقت یہی فکر کہ ہونا کیا ہے

کسی کا حال بگڑے گا کسی کو بیخودی ہوگی
جہاں ہوگا تیرا چرچا وہاں یہہ بات ہی ہوگی

تیری الفت میں وہ ہوگا کہ جو مرضی تیری ہوگی
نہ مرنیکا الم ہوگا نہ جینے کی خوشی ہوگی

وہ کیا چاہیے گا آخر موت جس کی زندگی ہوگی
وہ کیونکر غم کرے گا جسکو مرنے کی خوشی ہوگی

الم کا کیا الم ہوگا خوشی کی کیا خوشی ہوگی
جو دل کچھ بھی ادھر ہوگا تو الفت میں کمی ہوگی

تیرا غم ہی محبت میں خوشی سے کم نہ سمجھیں گے
ہمیں ہر حال میں مدنظر تیری خوشی ہوگی

یہی کہنا ہے ان کا دیکھ ہم طالب سے ملتے ہیں
بس اب ہوگی تو اپنی ہی طلب میں کچھ کمی ہوگی

نہیں کچھ بخل دینے میں کمی ہو لینے والے کی
اوسے اوتنا ملیگا جسکی جتنی بودگی ہوگی

یہہ اونکا خاص اک انداز ہے ملنے ملانیکا
اسی کو بیچ دینگے جس سے اونکی دوستی ہوگی

اونھیں مدنظر ہے طالب دیدار کا پردا
غرض چھپنے سے یہہ کب ہے کہ جلوؤں میں کمی ہوگی

تجھے یہہ دیکھنا ہے تم کو کیا مرغوب خاطر ہے
ملوں گا اوس سے میں جس سے تمہاری دوستی ہوگی

۱۳۴

مریگا مرنیوالا اسیطرح کس شان پر آخر
کسی کی شان جب یوں جلوہ گر ہر دن نئی ہوگی

شکایت ہے خامی دلِ زار کی
کہ سمجھا نہیں مصلحت یار کی

جھلک دیکھ کر جلوۂ یار کی
طلب بڑھ گئی اور دیدار کی

عنایت ہوئی جلوۂ یار کی
چمک اٹھی قسمت دلِ زار کی

ترقی پہ ہے شوقِ دیدار کا
اگرچہ نہیں تاب دیدار کی

جلے طور بھی رشک سے بے طرح
تجلی یہ ہو جلوۂ یار کی

کسی طرح دل اس سے بھرتا نہیں
عجب میٹھی لذت ہے آزار کی

رہے جوش پر ابرِ فیضان کا
لگاتار بارش ہو انوار کی

چھپا تجلی سے نہ ہوا اظہار کیوں
چھپے کس طرح چیز اظہار کی

سمجھتا ہے اپنا تجھے ہر بشر
کوئی حد نہیں ہے تیرے پیار کی

بیہوشیار ہیں مستِ عہدِ الست | کہ رکھتے ہیں یاد اپنے اقرار کی
وہ مطلوب کس طرح یکتا نہ ہو | کہ چاہت ہو جسکے طلب گار کی
کب ان یہ پوری ہی ہو جائیگی | تمنا رہے دل میں دیدار کی

۱۳۵

کیا ہے بھری بزم میں عہد سیفؔ
تمہیں یاد بھی ہے کچھ اقرار کی

اک عالم حیرت ہے اور تیرا تماشائی | رعنائی میں یکتائی یکتائی میں رعنائی
محشر میں جسے دیکھو تیرا ہے تماشائی | اللہ رے ترا جلوہ اف رے تیری زیبائی
اللہ رے تیرا عالم اے حسن کی یکتائی | ہر شان میں سو جلوے ہر جلوہ میں رعنائی
لاثانی ہیں دونوں ہی ہمشکل ہیں دونوں ہی | یکتائی کی رعنائی رعنائی کی یکتائی
جب بیخودی دلکو دیکھا تو خودی بولی | اب کام نہیں میرا اب جانی ہوں وہ آئی
سو آئینوں میں جیسے اک شکل دکھائی دے | وحدت بھی اسی صورت کثرت میں نظر آئی
مر مٹتے ہیں جو تجھ پر ہی اٹھتے ہیں وہ اس سے | چہرے میں ترے دیکھا اعجاز مسیحائی
اے عقل محبت میں اک چیز ہے رسوائی | جاتی ہی ہے دیوانی سمجھانے کسو آئی
سب انجمن عالم اک آئینہ ہے تیرا | اللہ رے تیرا عالم اے شوق خود آرائی

۱۳۶

اے سیفؔ محبت میں ناکامی سے کیا مطلب
شیدائی جو اپنا ہے ہم اسکے ہیں شیدائی

کچھ مہک اس میں عجب روح فزا آتی ہے | تیرے کوچہ میں ہوا کھانے صبا آتی ہے
سارے عالم سے تعلق ہے مگر بے مطلب | جو تمہیں آتی ہے وہ کس کو وفا آتی ہے
کشتۂ خنجر تسلیم کا عالم ہے نیا | ہر گھڑی غیب سے ایک جان جدا آتی ہے
دل بیتاب میں آتی ہیں تموجوں کی لہریں | کوچۂ یار سے جب موج ہوا آتی ہے
چاہنے والوں کو تم شیشہ یہ کیا آتی ہے | مژدۂ روح فزا لیکے قضا آتی ہے

ہاں علاجِ دلِ بیمار تمہیں سے ہوگا / تم مسیحا ہو تمہیں سب کی دوا آتی ہے

زندگی اس کی مرنے کی ہے وہ دل زندہ ہے / اللہ اللہ کی جس دل سے صدا آتی ہے

۱۳۷

درد ان کا تمہیں احسن سی سوا ہوتے سیف / ان کی پرسش کیلئے روز شفا آتی ہے

غزل سیف

ہر ایک چیز سے ظاہر ہے تیری جلوہ گری / مگر نہ دیکھنے والے کی آنکھ بے بصری

ستم ہے لطف تیرا آفت ہے تیری عشوہ گری / کہ سب شکایتیں دل کی ہیں بے خبری کی

نگاہِ شوق ہے اور عالمِ تحیر ہے / کہ ایک آن میں سو شان سے ہے جلوہ گری

وہاں قبول ہیں دونوں مگر خلوص کے ساتھ / دعائے نیم شبی ہو کہ زاری سحری

جو دل کو پاک رکھا کرتے ہیں کدورت سے / وہ مثلِ آئینہ کہتے ہیں سب کے منہ پہ کھری

برائیوں کو بھلا جان کر کبھی نہ کیا / گناہگار ہوں لیکن ہوں ان خطا سے بری

۱۳۸

کوئی کہے نہ کہے سیف میں تو کہتا ہوں / کہ نام شاعری کا دوسرا ہے دردِ سری

کس شکل سے کھینچ سکتی تصویر محمدؐ کی / خورشیدِ حقیقت تھی تنویر محمدؐ کی

کفار کے سر خود ہی کس طرح نہ اڑ جاتے / قبضے میں خدا کے تھی شمشیر محمدؐ کی

تسکینِ دلِ ایماں ہوتی ہے حدیثوں سے / گویا ہے کلام اللہ تقریر محمدؐ کی

توحید جھنڈا ہے احسانِ رسالت کا / اسلام کا گھیرا ہے تسخیر محمدؐ کی

دنیا کا ہر اک چپہ چمکا کے رہی آخر / اس شان سے کچھ پھیلی تنویر محمدؐ کی

نقاشِ ازل نے خود محبوب رکھا جسکو / کچھ ایسی کھینچی آخر تصویر محمدؐ کی

اللہ رے یہ شوکت اللہ رے یہ رتبہ / تعظیم خدا کی ہے توقیر محمدؐ کی

کچھ میں نہیں کہتا ہوں قرآن یہ کہتا ہے
تفصیل خدا کی ہے تفسیر محمدؐ کی

بے کھینچے اڑا ڈالے میدان میں سر لاکھوں
رکھتی تھی عجب جوہر شمشیر محمدؐ کی

آواز رسالت کی گونج اٹھی پہاڑوں میں
بت کانپ گئے سن کر تقریر محمدؐ کی

۱۳۵
مل کر ہی رہے گی یہ سبقت اتنی شفاعت
جنت ہے حقیقت میں جاگیر محمدؐ کی

وہ کرتے ہیں طرفداری ہماری
گئی سمجھو گنہگاری ہماری

محمدؐ درد عصیاں کی دوا ہیں
بہت اچھی ہے بیماری ہماری

اماں ملنے لگی نام نبیؐ سے
بڑی ڈگری ہوئی جاری ہماری

تمہارا حق نے سایہ ہی نہ رکھا
رہے گی کیا سیہ کاری ہماری

انہیں کے دم سے ہے میزان محشر
سبک ہوگی گرانباری ہماری

خدا ہو جس نبیؐ کا ناز بردار
کرے وہ ناز برداری ہماری

۱۴۰
مئے عشق نبیؐ ہے اور ہم ہیں
یہی ہے کیفیت میخواری ہماری

لاؤں کہاں سے صبر دل زار کے لئے
کونین بے قرار ہے دیدار کے لئے

چھپ کر کوئی نگاہ سے آتا ہے سامنے
آنکھوں کو بند کرتے ہیں دیدار کیلئے

تھمتے نہیں ہیں اشک مسلسل کسی طرح
ہم آنکھیں کھوئے دیتے ہیں دیدار کیلئے

آنکھیں نہیں ہیں اور نہایت ہی شوق دید
کوئی نگاہ دے مجھے دیدار کے لئے

بے پردگی کے ساتھ کہاں اضطراب شوق
پردا ہی ایک حسن ہے دیدار کیلئے

دل جسکو چاہتا ہے وہ صورت ہی اور ہے
یوں تو ہزار شکلیں ہیں دیدار کیلئے

شاید اسے خبر ہے کہ ہوگا یہ حشر میں
دل روز حشر ڈھاتا ہے دیدار کیلئے

دیکھیں اگر کسی کو تو اک حشر ہو بپا
بے دیکھے بیقرار ہیں دیدار کے لئے

دل سینکڑوں ہیں اک تیری الفت کیواسطے — آنکھیں ہزار ہیں تیرے دیدار کیلئے
تابِ نظارہ دی نہ کسی کو بھی دیکھنا — مشتاق سب کو کر دیا دیدار کیلئے

اے سیفؔ کس طرح سے نظر آئے پھر کوئی
جب مصلحت حجاب ہو دیدار کے لئے

عجب مزے کی یہ رکھی تھی شئے بشر کیلئے — کہ اپنا درد دیا او ستمے عمر بھر کے لئے
کسی کے عشق میں مرنا تو خاص جینا ہی — کہ لینے والوں نے جینے کے لطف مر کیلئے
یہ وہ مرض ہے کہ جس کا اثر ہے عام شفا — تمہارا درد دوا ہے زمانے بھر کیلئے
بجا تھی چرخ کے اندھیر کی شکایت پھر — نہ لیتا عکس رخ یار اگر سحر کیلئے
جو اسکو ذوق محبت دیا تو درد اوسے — لگائے حصے برابر دل و جگر کیلئے
زمانہ دیکھنے والا ذرا یہ غور کرے — کہ انتخاب کیا جائے کیا نظر کیلئے
پھر ایک پل میں یہ جانے کہاں کہاں پہنچے — اشارہ ہو جو کسی کا مری نظر کیلئے
خدا بچائے جہاں حرص نے جسے گھیرا — تو پھر جہان بھی کافی نہیں بشر کیلئے

١٤٢

کوئی ٹھکانا ہے سیفؔ اسکی ہمت کا
کہ دو جہان کا ہے غم اور اک بشر کیلئے

تصور سے جمالِ یار کے زینت بڑھی دل کی — نگاہ قیس میں لیلےٰ سے آرائش ہے محمل کی
یہ دخل کیا غیر کیا عقل کیا جاتی رہی دل کی — نہ آنا دل میں خطرے کا ہے تہذیب اوسکی محفل کی
نہیں یہ عام جلسہ شرط ہی پاس ادب اسمیں — نہ آنا دل میں خطرے کا ہے تہذیب اوسکی محفل کی
کسی کے دیکھنے کی آرزو ہے اور دل میرا — تماشا ہی کہ دل سے بھی بڑی ہی آرزو دل کی
رہے ہے خاموش سوز عشق سے جل بجھکے مٹ جائے — زبانِ حال سے یہ کہہ رہی ہے شمع محفل کی
یہ فیض مبدع فیاض کا ادنیٰ کرشمہ ہے — تصور بڑھتے بڑھتے بڑھ گئی تصدیق ہی دل کی

حقیقت میں مقام عشق ہی اے سیفؔ سب کچھ ہے — اسی منزل سے ملتی ہے خبر ہر ایک منزل کی

تیری راستی کی قائل ہو کس طرح خدائی / کہ جو بات منہ سے نکلی وہی بات کر دکھائی
زہے نورِ مصطفائی زہے شانِ کبریائی / نہ جواب اسکا پایا نہ مثال اسکی پائی
یہ جہاں سے کہہ رہی ہے تیری شانِ کبریائی / نہیں ذرہ بھر کسی کی میرے سامنے بڑائی
ہوئی جلوہ گر یہ ایسی کہ بڑھائی شانِ حضرت / نہ ہو کس طرح سے پیاری کی تیری شانِ کبریائی
یہ زبان پہ آتے آتے اِدھر آیا دل میں آخر / تجھے نام پاک سے ہی میرے دلکو آشنائی
تیرے اس کرم کے صدقے تیری اس کرم کے قربان / کہ سبب رسائی کا ہو میری شرمِ نارسائی

۱۴۴
یہ بڑی ہی خوش نصیبی مگر اے خیال کیونکر
جو نصیب سیفؔ کو ہو تیرے در تلک رسائی

تیری یاد نے شبِ غم یہ قیامت آ کے ڈھائی / کبھی دل بگاڑ ڈالا کبھی جان پر بنائی
تیرا حسن اللہ اللہ وہ نرالی شان کا ہے / کہ بغیر دیکھے جس کے یہ نثار ہے فدائی
اُسے اپنی یاد کیا ہو جو تجھے کبھی نہ بھولے / اُسے دھیان اپنا کیا ہو جسے تیری دُھن سمائی
تیری یاد نے بھی کیا کیا شبِ ہجر بھیس بدلے / کبھی درد بنکے ٹھیری کبھی یاس بنکے چھائی
نظر آئے ایسے جلوے جو نہ دیکھے خواب میں بھی / کبھی چلمن نظر کو جو خیال سے اُٹھائی
مجھے پھر تو میری غیرت نہیں جینے دیگی دم بھر / کبھی خون میں عدو کے تیری تیغ گر نہائی
میری دلہی دل رہے تو اُدھر خیال دشمن / وہ عنایت انتہا کی یہ محبت انتہائی

۱۴۵
جو قدم رکھا ہی اسمیں تو سنبھل کے سیفؔ چلیے
کہ کٹھن سے بھی کٹھن ہے یہ طریق آشنائی

نعت شریف

جلوے دکھائے تم نے آنکھوں کو دو جہاں کے / بے شبہ آئینہ ہو تصویر کن فکاں کے
کیونکر فروغ پائے کونین اُن کے آگے / سورج کے ہوتے چمکیں کیا تارے آسماں کے

بیساختہ تمھارا جب نام لب پر آیا — دل نے کہا کہ صدقے سو جان سے زباں کے

عالم سے ہیں نرالے کچھ جان نثار تیرے — دنیا جہاں کی عاشق معشوق وہ جہاں کے

تعظیم کی جسکی اک فرض لامکاں ہے — عرش بریں مراتب کیا پائے اس مکاں کے

پھر سونگھنے کو کیوں کر نازل نہوں فرشتے — جب پھول جھڑ رہے ہوں منہ سے وردخواں کے

۱۴۶

اللہ ہی جانتا ہے سیف اسکی نعت — قدوسیاں ہیں زائر ہر دم جس آستاں کے

اُٹھے جو روئے پاک سے اک تہ نقاب کی — منہ زرد ہو کے جائے چمک آفتاب کی

خود تیری شکل تیری نبوت کا ہے ثبوت — ہے آفتاب آپ دلیل آفتاب کی

بے پردگی جو ہو تو غشی ہو جہاں کو — روئے نبی کو یوں ہے ضرورت حجاب کی

تا حشر دین آپ کا چمکے گا ہر طرف — کیا روشنی چھپائے کوئی آفتاب کی

ان کو تیرے نظارے سے راحت نصیب ہے — پیدا نہیں ہے میری آنکھوں کو خواب کی

ہر سانس پر ہے تیغ پر نور کا خیال — تارِ نفس سے باندھ کرن آفتاب کی

یارب تیرے حبیب کے چہرہ کا واسطہ — صورت بھی دیکھنے میں نہ آئے عذاب کی

دیکھی ہیں [illegible] — کیوں زرد ہو رہی ہے کرن آفتاب کی

۱۴۷

مطلوب ہے وہی جو ہے محبوب کردگار — دیکھی ہی سیف شان میری انتخاب کی

یہ میرا اور یہ تیرا جھگڑے ہیں یہ جہاں کے — جہاں تک نہیں ہے اپنی مالک ہی ہیں جہاں کے

ارمان سے ہے دل میں ہمتے کہاں کہاں کے — چھوٹے سے اس جہاں کے تھوڑے سے ہیں اس جہاں کے

[illegible] ہونا آسان نہیں ہے دل — اک عشق میں ہزاروں پہلو ہیں امتحاں کے

یا دوستاں تلطف با دشمناں مدارا — دو حرف ہیں یہ معنی کہتے ہیں اک جہاں کے

[illegible] — شوق طلب تو کوسوں آگے ہی کارواں کے

جس شخص کو کسی کے غم سے خوشی ہوئی ہو
سو جان سے تصدق میں ایسے شادماں کے

اللہ رے پردہ پوشی اللہ رے پردہ داری
رحمت پردہ بنکر دنیا کے عیب ڈھانکے

کیوں دل میں آرہی ہے خطروں کی ایک دنیا
آتے ہیں بے بلائے مہماں ہیں یہ کہاں کے

کیا ان کا پوچھنا ہے عالم سے ہیں نرالے
عاشق بھی ہیں جہاں کے معشوق بھی جہاں کے

الفت میں آزمایش در پردہ ہو رہی ہے
کوئی چھپا ہوا ہے پردے میں امتحاں کے

تنگ آکے روح آخر یہ کہہ گئی بدن سے
کب تک وہاں نجائیں ساکن ہیں ہم جہاں کے

اے کاش کوئی دم بھر دل میں کبھی تو آئے
گھر یہی ہے میہماں کا ہم بھی ہیں میہماں کے

کب ڈر زوال کا ہے اے سیفؔ راستی کو
کب سرو کو ضرر کچھ دیتے ہیں دن خزاں کے

۱۴۸

آغاز ہی نے شان دکھائی شباب کی
دیباچہ ہی نے کہدی حقیقت کتاب کی

شرمائیں شوخیاں ان کے شباب کی
اب بجلیاں چمکنے لگیں اضطراب کی

حد ہی نہیں فراق میں کچھ اضطراب کی
اب دیکھیے کب اٹھتی ہے چلمن حجاب کی

الفت ہی مٹنے کو ہے کافی جناب کی
مجھ سے نہ دیکھی جائیگی نظریں عتاب کی

غافل رکھا مجھے میری مٹی خراب کی
ہشیاری دیکھیے میری غفلت کے خواب کی

میرے خیال میں تو بگڑنا اک حشر ہے
میں خواب میں بھی شکل نہ دیکھوں عتاب کی

پردا بھی ایک حسن ہے معشوق کے لئے
بے پردگی سے قدر گئی آفتاب کی

میں بھی ادھر خفا ہوں ادھر وہ بھی ہیں خفا
مٹی خراب ہے دل خانہ خراب کی

کیا کیا کہوں کسی سے کہاں تک کوئی سُنے
کیا ایک بات ہے دلِ خانہ خراب کی

برباد بھی کیا تو بڑی خوبیوں کے ساتھ
اچھی طرح سے عشق نے مٹی خراب کی

خانہ خراب کس کی اڑائی ہے خاک بھی
جا اضطراب صبر کی مٹی خراب کی

ترکِ ہوس کے لطف سے محروم ہی رہا
کمبخت حرص نے میری مٹی خراب کی

اے کاش لوٹ آئے بس اک رات کیلئے
رہ رہ کے یاد آتی ہے حالت شباب کی

اٹھتے ہی اس نے حشر اٹھایا ہے بے طرح
تم کو بھی کچھ خبر ہے تمہارے شباب کی

اللہ رے جمال کہ ہر دم عروج ہے
تصویر کیا کھنچے ترے کامل شباب کی

کل تک تو تھا شباب کا شہرہ جہان میں
اور آج ہو رہی ہے کہانی شباب کی

تھامے سے کب تھمینگے جوانی کے ولولے
روکے سے کب رکیں گی امنگیں شباب کی

ہر دم یہ آ رہا ہے زباں پر کہ خیر ہو
شاید یہ انتہا ہے مرے اضطراب کی

اٹھ اٹھ کے چل رہی ہے سر بزم غیر سے
شوخی تو دیکھئے نگہ بے حجاب کی

ایسے کھلے کہ لاکھ طرح سے عیاں ہوئے
اتنے چھپے کہ حد ہی نہیں کچھ حجاب کی

۱۴۹

غفلت کسی طرح سے کبھی چھوڑتی نہیں
اے سیف جاگنے میں بھی حالت خواب کی

موسم بہار

موسم بہار کا ہے یہ دن تھیں خزاں کے
جوبن برس رہا ہے پھولوں پہ گلستاں کے

اظہار رنگ قدرت ہر گل سے ہے چمن میں
قربان گلستاں قربان گلستاں کے

لو کیا بہار آئی گویا اک عید آئی
کیا کیا لباس بدلے پھولوں نے گلستاں کے

آتش کدہ بنا ہے ہر اک درخت گل کا
اک آگ لگ رہی ہے تختوں میں گلستاں کے

نالاں ہے فصل گل میں بلبل خزاں سے ڈر کر
اچھی بہار آئی پھولوں پہ گلستاں کے

نازک حسین ہیں یہ ڈر ہے کہ دب نہ جائیں
باد سحر نہ چھائے پھولوں پہ گلستاں کے

دو دن کی فصل گل ہے یوں شاد ہو نہ بلبل
کمبخت رنج دینگے پھر لطف گلستاں کے

عالم کو ایک فرحت دیتا ہے رنگ و بو سے
بلبل کو غم دیا ہے او پھول گلستاں کے

گلچیں سے بے خبر ہیں گل ہیں کہ ہنس رہے ہیں
رو دی گئی ہے شبنم پھولوں پہ گلستاں کے

دیباچہ گلستاں کا بلبل ذرا بھی پڑھتی | تو پاس بھی نہ جاتی ہر باب گلستاں کے

۱۵۰ مرجھانے والو پھولو کیا ہے تمہیں چمن سے
سونگھے ہیں پھول میں نے سعدی کی گلستاں کے

جلووں کی کچھ انتہا نہیں ہے | پردہ تو اٹھا ہوا نہیں ہے
یاد اس کی ہمیں ذرا نہیں ہے | اور وہ ہمیں بھولتا نہیں ہے
اے دل تجھے کیوں ہے حسرتِ دید | تیرے لئے دیکھنا نہیں ہے
توبہ تو بتا بتوں کے شیدا | کیا تیرا کوئی خدا نہیں ہے
حیرت ہے کہ میں الگ ہوں اس سے | جو مجھ سے ذرا جدا نہیں ہے
پھر خاکِ بشر میں عقل ہوگی | دیوانہ اگر ترا نہیں ہے
یکتائی یہ کہہ رہی ہے اس کی | تجھ سا کوئی دوسرا نہیں ہے
نازت بکشم کہ نازنینی | تجھ سا کوئی دلربا نہیں ہے
کیوں اس میں نظر نہ آئیں جلوے | دل جامِ جہاں نما نہیں ہے
وہ عشق میں آدمی سے کیوں ہو | جو حسن کا مقتضا نہیں ہے
اے با ہمہ بے ہمہ تو | تجھ سا کوئی دوسرا نہیں ہے
ہستی نے لیا ہے ایک پلٹا | عالم یہ شباب کا نہیں ہے
ارمان بھرے ہوئے ہیں دل میں | ارمانوں سے دل بھرا نہیں ہے
غم حد کا وفا شعار نکلا | دم بھر بھی تو چھوڑتا نہیں ہے

۱۵۱ سیفت اس کو غزل سنائیں کیا خاک
جو اپنے مذاق کا نہیں ہے

نشانِ یار ملتا ہی کہاں ہے | سچ کی کہہ رہا ہوں بے نشاں ہے
نظر کے سامنے یوں تو جہاں ہے | جسے دل ڈھونڈتا ہے وہ کہاں ہے

ہر اک کے ساتھ وہ تو بیگماں ہے ۔۔۔ مگر ساتھی کوئی اس کا کہاں ہے
محبت آئینہ ہے سختیوں کا ۔۔۔ ہزاروں صورتوں سے امتحاں ہے
ستم ہے میں اگر اس کو نچاہوں ۔۔۔ جو مجھ پر مجھ سے بیحد مہرباں ہے
کہی پیر طریقت نے بڑی بات ۔۔۔ حقیقت میں کوئی جانِ جہاں ہے

۱۵۲
جو بزم یار تک پہنچائے تم کو ۔۔۔ کوئی اپنوں میں سیف اتنا کہاں ہے

ہر اک بت مثلِ مہر و مہ یہاں ہے ۔۔۔ زمیں بھی اک طرح کا آسماں ہے
یہاں ہے فلسفی کا ناطقہ بند ۔۔۔ کہ منہ میں کس طرح گویا زباں ہے
مقابل ہی سے ہر شے کی ہے عزت ۔۔۔ زمیں ہی وجہ اوجِ آسماں ہے
یہ چشم یار سے کہدو ٹھہر جا ۔۔۔ تیری گردش سے گردش میں جہاں ہے
الٰہی موت اس کوچے میں آئے ۔۔۔ جہاں مرنا حیاتِ جاوداں ہے
بھری محفل سے اٹھواتا ہے کوئی ۔۔۔ یہاں سے ہے لغزشِ پا تو کہاں ہے

۱۵۳ مناجات

یارب دلِ مسلم کو وہ زندہ تمنا دے ۔۔۔ جو زندہ دلی اپنی مخلوق میں پھیلا دے
پھر ہر ذرہ کی تقدیر کو چمکا دے ۔۔۔ اس دور میں قطرے کو پھر وسعتِ دریا دے
خاکِ عربستان کو وہ اوجِ ثریا دے ۔۔۔ جس کا ہر اک ذرہ خورشید کو شرما دے
ہر راہرو منزل کو وہ طلب صادق ۔۔۔ جو منزلِ مقصد تک اک آن میں پہنچا دے
حق گوئی کا سودا ہے سودائی ہوں حق گو کا ۔۔۔ میں قیس اسی کا ہوں جو مژدہ لیلیٰ دے
جن پھولوں سے پھیلی تھی خوشبو تیری عالم میں ۔۔۔ اس باغ کے تختوں کو ان پھولوں سے مہکا دے
اس دور کی گردش میں وہ جام ہے ہر سو ۔۔۔ انجام کی کیفیت کیفیتِ صہبا دے

اپنوں ہی میں رکھ مجھ کو اپنا ہی بنا مجھکو ۔ اپنی ہی محبت دے اپنا ہی بہر دسا دے

جو رشکِ ثوابت ہو ثابت قدمی وہ ہو
جو فخرِ ثریا ہو وہ سیف کو پا یا دے

۱۵۴

مجھے کس طرح چھوڑے بیکسی سیف
کہ اسکا قدرداں مجھسا کہاں ہے

ہو کیا شکرِ خلاقِ لیل و نہار ۔ وہ ہے ذوالکرام اور رحمت شعار
ہمارے گنہ سے اُسے آئے عار ۔ اب اس سے سوا اور کیا ہوگا پیار

کرم بین و لطفِ خداوندگار
گنہ بندہ کردست او شرمسار

گنہ میں ہے دن رات شام و سحر ۔ ارے او نڈر کچھ خدا سے تو ڈر
حیا کر ذرا جی میں ظالم بشر ۔ خدا کے کرم پر بھی کچھ کر نظر

کرم بین و لطفِ خداوندگار
گنہ بندہ کردست او شرمسار

خدائی کو چھوڑ اس سے بیگانہ بن ۔ ستمگر خدائی کا بندہ نہ بن
جو بنتا ہے تو اُس کا دیوانہ بن ۔ ذرا کھول تو آنکھ اندھا نہ بن

کرم بین و لطفِ خداوندگار
گنہ بندہ کردست او شرمسار

بہت مہربان ہے وہ بندہ نواز ۔ غرض سے مبرّا ہے وہ بے نیاز
لطیف و کرم گستر کارساز ۔ کہ دارائے خلق ست انائے راز

کرم بین و لطفِ خداوندگار
گنہ بندہ کردست او شرمسار

ہر ایک شے میں ہی اسکا جلوہ نہاں — ہر اک سے ہے اسکی قدرت عیاں
ہے بحر کرم اسکا ہر سو رواں — وہ مخلوق پر ہے بہت مہرباں

کرم بین و لطف خداوندگار
گنہ بندہ کردست او شرمسار

وہی تو ہے خلاق جن و بشر — وہی سیف ادھر ہے وہی ہے ادھر
وہی سب کی رکھتا ہے ہر دم خبر — وہی لطف کرتا ہے شام و سحر

۱۵۵
کرم بین و لطف خداوندگار
گنہ بندہ کردست او شرمسار

مسدس جناب کیف صاحب امام الشعرا لکھنوی

گزارش یہ ہے اے سرِ گلستانِ ازل تجھسے — کہ نخل زندگی کی جڑ کو جب تیغ قضا کاٹے
تو شاخ آرزو ہووے پھلے یوں بعد مرنیکے — کہ دم نکلے تو دم کے ساتھ یہ ارمان بھی نکلے

تمنا ہے درختوں پر ترے روضے کے جا بیٹھے
قفس جس وقت ٹوٹے طائر روح مقید کا

اگر رضواں بھی ان اشجار کے سایہ میں آ بیٹھے — تو بے شک گلشن فردوس کو دل سے بھلا بیٹھے
یہ وہ ہیں جن کے نیچے تجھسا فخر انبیا بیٹھے — بھلا پھر مرغ جاں کیا ان درختوں سے جدا بیٹھے

تمنا ہے درختوں پر ترے روضے کے جا بیٹھے
قفس جس وقت ٹوٹے طائر روح مقید کا

نہ یہ خواہش کہ جنت میں نشیمن کی بنا ڈالے — نہ یہ حسرت کہ ہو آزاد قید رنج کی چھوٹے
نشیمن ہو تو ایسا ہو رہائی ہو تو ہو ایسے — کہ ہوتے ہی رہا داخل ہوا ہوں میں یہ تیرے

تمنا ہے درختوں پہ ترے روضے کے جا بیٹھے

قفس جس وقت ٹوٹے طائرِ روحِ مقید کا

کبھی شاخوں کو چومے اور کبھی پتوں کو ہو صدقے
کبھی خوش ہو کبھی تجھسے گلِ وحدت کی بو سونگھے
کبھی سودائی بن بن کر ترے در پر چھپے چپکے
نہیں ہے اور کوئی مدعا اسکا سوا اسکے

تمنا ہے درختوں پر ترے روضے کے جا بیٹھے
قفس جس وقت ٹوٹے طائرِ روحِ مقید کا

رہے پیشِ نظر ہر دم نہ ہو دم بھر جدا تجھسے
کرے دن رات نظارے گلِ باغِ نبوت کے
قیامت تک یوں ہی گذرے قیامت تک یہ ہو یا ہے
جب اسکی قید پوری ہو تو یہ ارماں بھی ہوں پورے

تمنا ہے درختوں پر ترے روضے کے جا بیٹھے
قفس جس وقت ٹوٹے طائرِ روحِ مقید کا

یہ مرغِ بینوا ہو اور ترا آستانہ ہو
زباں پر یا محمد یا محمد کا ترانہ ہو
کرم تیرا اگر ہو جائے تو ایسا زمانہ ہو
یہ اسکی نغمہ خوانی ہو یہ اس کا آشیانہ ہو

تمنا ہے درختوں پر ترے روضے کے جا بیٹھے
قفس جس وقت ٹوٹے طائرِ روحِ مقید کا

نظر میں ہو ترا جلوہ جہاں تو ہو وہیں یہ ہو
جو گلشن ہو تو ہو تیرا جہاں تو ہو وہیں یہ ہو
جدا تجھسے نہ ہو اصلا جہاں تو ہو وہیں یہ ہو
یہی ارمان ہے اسکا جہاں تو ہو وہیں یہ ہو

تمنا ہے درختوں پر ترے روضے کے جا بیٹھے
قفس جس وقت ٹوٹے طائرِ روحِ مقید کا

یہ مرغِ بینوا صلِ علیٰ پڑھتا ہے ہر دم
[illegible] قربت تو [illegible] بیٹھا
یہی حسرت یہی ارمان ہے [illegible]
[illegible] ان درختوں پہ جا بیٹھے [illegible]

تمنا ہے درختوں پر ترے روضے کے جا بیٹھے
قفس جس وقت ٹوٹے طائرِ روحِ مقید کا

شافعِ روزِ قیامت نہوا کوئی نبی   تیرے قد کی کسی قامت پہ نہ پوشاک پھبی
رفعتِ شانِ کرم ہی تیری عالی لقبی   گردِ عصیاں کی تیرے ابرِ شفاعت سے دبی
جوش ہے رحمتِ حق کا تیرا خوش حسبی   لے گئی قہر پہ سبقت تیری بخشش طلبی

مرحبا سید مکی مدنی العربی
دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

دن کو گر رات کہے گا تو کہے گا اندھا   ورنہ ظاہر ہے کہ اندھیرا کجا نور کجا
تو کہاں اور کہاں ذکر نبی آدم کا   خاک ہی ہیں ہمہ تن تو ہمہ تن نورِ خدا
نور ہونے کے سبب تیرا سایہ ہی نہ تھا   تیرا ثانی کوئی کونین میں ہوگا نہ ہوا

نسبتے نیست بذاتِ تو بنی آدم را
برتر از عالم و آدم تو چہ عالی نسبی

ہوگئے ہیں ایک زباں عاشق و معشوق ضرور   کیوں نہ ہوں خاص محبت کا یہی ہے دستور
بات رکھتا تیری ہر طرح تیرا ربِ غفور   لاکھ ہوتی تیری تولید عرب سے کیسے دور
پردہ کرتا اسے تیری ہی زباں سے مشہور   تھی ازل ہی سے خدا کو تری خاطر منظور

ذاتِ پاکِ تو درایں ملکِ عرب کرد ظہور
زاں سبب آمدہ قرآں بزبانِ عربی

ذات تیری ہی فقط ہے سببِ موجودات   تو وہ دولہا ہے کہ کونین ہیں تری ہی برات
ہے ازل ہی سے شفاعت تیری ٹھانی ہوئی بات   تیرے ہی منہ سے تو ہوگی تری امت کی نجات
نامِ نامی ہے تیرا وجہِ حصولِ حاجات   ہم پیاسے ہیں تو ہی فیض کا دریا تری ذات

ما ہمہ تشنہ لبانیم و توئی آبِ حیات
لطف فرما کہ ز حد می گذرد تشنہ لبی

چار سو فیض رساں ہے تیرا بحرِ انعام   کلِ مقصودِ دو عالم ترا رنگ اکرام

گلفشانی ہے تری باغ بہشتوں کے تمام — تیرے ہی دم سے پھیلا دہر میں باغ اسلام
پتے پتے کی زباں پر ہے درود اور سلام — تنکا تنکا بھی کہتا ہے کہ یا خیر انام

نخل بستان مدینہ ز تو سرسبز مدام
زاں شدہ شہرۂ آفاق بشیریں رطبی

یوں نگاہ کرم آمیز ہے کل امت پر — جیسے اکلوتے پسر پر ہو عنایت پدر
پیار ہیں کوئی سوا ہے نہ کوئی ہے کمتر — کم نگاہی کا یہاں ذکر ہے عنقا ہے مگر
دل سے افزونی الطاف کا طالب ہو کر — مثل قدسی کے یہ کہتا ہے ہر اک فرد بشر

چشم رحمت بکشا سوئے من انداز نظر
اے قریشی لقبی ہاشمی و مطلبی

عقل سکتے میں زباں گنگ ہے چکر میں قلم — کیا کہوں اس حسن خداداد کے اوصاف رقم
حسن یوسف بھی تو بھرتا ہے اسی حسن کا دم — بس یہی [illegible] خدائے عالم
اسکے آگے تو مہ و مہر بھی نکہت سے ہیں کم — [illegible] آدم

من بیدل بجمال تو عجب حیرانم
اللہ اللہ چہ جمالست بدیں بوالعجبی

گرد رہ بھی تو نہیں طائر وہم و ادراک — گر اڑے بھی تو وہاں تک کوئی پہونچے کیا خاک
فکر عالی ہے یہاں پستی میں مثل خاشاک — عرش اعظم سے بھی اونچا ہے مقام لولاک
کون واقف ہو کہ تھی خلوت حق غیر سے پاک — خلوت خاص میں تھا راز فاوحی کا تپاک

شب معراج عروج تو گذشت از افلاک
بمقامے کہ رسیدی نہ رسد ہیچ نبی

کیف ہے نام میرا اور ہوں امت میں تری — پر برا مجھ سے نہ ہوگا تیری امت میں کوئی
اس برائی پہ مگر ہے میری قسمت اچھی — مجھکو قسمت سے ملا ہے تو ملا تجھسا نبی

پسا ہ ساز مرضِ رنجِ دو عالم ہے تو ہی | جز تیرے کون مٹائے گا میرا درد ہی

۱۵۷
سیدی انت حبیبی و طبیبِ قلبی
آمدہ سوئے تو قدسی پئے درماں طلبی

تضمین بر غزل عراقی علیہ الرحمتہ

ابھی راہ کا ہوں جویا ابھی دور ہے رسائی | ابھی کیا ترا ملنا ابھی کیسی آشنائی
یہ طریق سہل سمجھا یہ درشتی سمجھ میں آئی | صنمارہ قلندر سزد ار بمن نمائی
کہ دراز و دور دیدم رہ و رسم پارسائی

نہ رہے اسی طرح سے کہیں عمر بھر جدائی | کہیں تھوڑا ہی نہ رکھے مجھ سے میری نارسائی
جو ہے شرط پارسائی تو نہ ہے مشکل آشنائی | صنمارہ قلندر سزد ار بمن نمائی
کہ دراز و دور دیدم رہ و رسم پارسائی

یہ ہے شوق کا تقاضا یہ ہے مقتضائے الفت | کہ ہمارے ہوتے دشمن نہ اٹھائے کوئی لذت
یہ ہمیں سے ہو لگاوٹ یہ ہمیں پہ ہو عنایت | نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت
سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

تیرے نار کے مقابل نہیں زندگی کی قیمت | ہمیں تجھ سے ہے محبت کہ ہے زندگی کی الفت
رہیں ہم تو یوں سلامت ہو عدو کو در شہادت | نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت
سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

تجھے نیک ہی نہیں تا یہ ہے بندگی سے مقصد | یہ ریا ہے تو بہ تو بہ یہ گنہ ہے اور بیحد
یہ بھلی ہے تیری نیکی کہ مجھے یہی کر دیا بد | بزمیں چو سجدہ کردم ز زمین ندا بر آمد
کہ مرا خراب کردی تو بسجدہ ریائی

ہیں جدا رہا سہی یہ ہے دور مجھ سے سارے | انہیں دونوں میں ہا میں ہوں ہی تن تنہا

میری زندگی ہے نہیں سی بھی نسبت کے تمہارے
ہمہ شب دریں خیالم کہ رسم بوصل یارے

ہمہ روز در امیدم کہ شبے بخواب آئی

تجھے ایک باتیں ہمہ ہیں سب مجھے ایکدن ہیں سارے
کٹیں جسطرح سے راتیں اسیطرح دن گذارے
جو گواہ اسکے نکلے تو گواہ اس کے تارے
ہمہ شب دریں خیالم کہ رسم بوصل یارے

ہمہ روز در امیدم کہ شبے بخواب آئی

میرا جانا فائدے حسرت ہوا کچھ نہ فائدہ مند
یہ کہا کہ فرض ہے کیا نہیں طاعت خداوند
تجھے دور ہی سے سجدوں کا دیا ہے در کو کر دیا بند
بطوافِ کعبہ رفتم بحرم رہم نہ دادند

کہ برون در چہ کردی کہ درونِ خانہ آئی

مجھے فخر ایک میری نہیں غم ہے سلطنت کے
تجھے غور سے دیکھو تو مزے میں ہوں ہیں ہم
جو تمہاری طرح ہوتا تو ہزار جھگڑے ہوتے
بسکندر و فریدون ببر لے صبا پیامے

بتماست تخت و دولت من و ملکِ بینوائی

تو جو اتنے دن میں آیا تو یہاں نہ ہوگا شاید
تیرا روز آنا جانا تو ہے اپنا عین مقصد
تو کہاں تھا سیفؔ آ آ ہمیں یاد آیا بیحد
در دیر کوفتم من ز درون ندا بر آمد

تو بیا بیا عراقی کہ ز خاصگان مائی

نہ کھلا جو کعبہ کا در تو یہی تھا اس کا مقصد
کہ جو شئے ہو جس جگہ کی وہیں ٹھیک ہو وہ بیجد
کہیں ہمذاق سے بھی کو سیفؔ رکھتا ہے کد
در دیر کوفتم من ز درون ندا بر آمد

۱۵۹ تو بیا بیا عراقی کہ ز خاصگان مائی

خمسہ بر غزل خواجہ الطاف حسین حالی

روز جزا نہ کیوں ہو مجھے روز عید کا
سب انتہا ہے فضل خدائے مجید کا
وعدہ دیا کے مانے گا پہلو وعید کا
مضمون ہے نقش دل میں لہ تنبا فرید کا

کونین سے بھرے گا نہ دامن اُمید کا

تجھ پر نظر نہ تھی تو سبھی کام بند تھے
توبہ کسی کے بل پہ نہ کرتا تھا کچھ بھلے
مٹنا تھا آسرے کا کہ سب عقدے حل ہوئے
قفل درِ مراد سب اک بار کھل گئے

چھوڑا جب آرزو نے بھروسا کلید کا

یہ سب سہی کہ ایسا گنہگار ہے جہاں
جس کے بیانِ حال سے قاصر ہے ہر زباں
پھر کیا عجب کہ دفترِ عصیاں ہو سب بتاں
شرمِ کرم کی گر ہیں ابھی پردہ داریاں

انجام ایک ہو گا شقی و سعید کا

دل کو یہ کچھ لگاؤ ہوا تیری چاہ سے
پھرنا محال ہو گیا الفت کی راہ سے
بے چین دل کو رکھتی ہے دوری نگاہ سے
تسکیں نہیں ہے شاہدِ گاہ گاہ سے

یا رب یہ روزہ دار ہے مشتاق عید کا

ڈر بھی ہے آدمی کو اور اُمید بھی مگر
دیکھا تو کچھ اُمید ہی غالب ہے خوف پر
اس سے سوا ہے اُس پہ گنہگار کی نظر
دوزخ ہے گر وسیع تو رحمت وسیع تر

لا تقنطوا جواب ہے ہَل مِن مزید کا

یہ اسطرح ہے کُل کا احاطہ کئے ہوئے
دم بھر بھی یہ ہٹے تو جہاں پھر نہیں رہے
کچھ ہر طرف اسی کے کرشمے نظر پڑے
دیکھا ہے ہم نے عالمِ رحمت کو غور سے

ہے شش جہت میں محیط دلِ نا اُمید کا

باغِ سخن میں گرچہ ہیں گلفشانیاں
ہوتی رہیں بیان جو یونہی نکتہ دانیاں
گر سیلیت کے سخن میں بھی ہیں ترانیاں
حالی کی گر بھی ہیں شیوا بیانیاں

لے گا نہ کوئی نام ظہیر و رشید کا

۶ ۳۰۰۰

۱۵۹ تضمین بر مناجات مسلم اقبال

جو تجھ سے غرض رکھے وہ دل مہر افزا دے | جو مردہ دلی کھو دے شوقِ طلب ایسا دے
جو حق کی رسے جو یا جو راستی پھیلا دے | یا رب دلِ مسلم کو وہ زندہ تمنا دے
جو قلب کو گرما دے جو روح کو تڑپا دے

جو حق پہ نظر ڈالے وہ چشم تمنا دے | صدقے تیرے دینے کے دے لے تیرے داتا دے
پھر جلوہ تیرا دیکھے پھر تاب نظارا دے | محرومِ تماشہ کو پھر دیدۂ بینا دے
دیکھا ہے جو کچھ میں نے اوروں کو بھی دکھلا دے

چھائے ہوئے رہتے ہیں رحمت کے جہاں بادل | ہر سبزہ سے سبزہ بھی جس کا ہے کہیں افضل
اس کے لئے بہتر ہے ہر شہر سے وہ جنگل | بھٹکے ہوئے آہو کو پھر سوئے حرم لے چل
اس شہر کے خوگر کو پھر وسعتِ صحرا دے

آتشکدہ اک دم میں صحرا کو بنا ڈالے | چل پھر کے دھوئیں سارے سینے کے اڑا ڈالے
وہ دشت نوردی ہو جو آگ لگا ڈالے | آتش نفسی جس کی کانٹوں کو جلا ڈالے
اس بادیہ پیما کو وہ آبلہ پا دے

پچھلوں کو بھی طاعت میں اگلوں کے برابر کر | ویسی ہی انہیں بھی مے ہر جام کو پھر بھر کر
اس دشت کو بسنے میں ہر شہر سے بہتر کر | پیدا دلِ ویراں میں پھر شورشِ محشر کر
اس محملِ خالی کو پھر شاہدِ لیلیٰ دے

اس رنج اس آفت میں ہر قلب پریشاں کو | اس عالمِ مصیبت میں ہر قلب پریشاں کو
اس شورِ قیامت میں ہر قلب پریشاں کو | اس دور کی ظلمت میں ہر قلب پریشاں کو
وہ داغِ محبت دے جو چاند کو شرما دے

تیرے ہی لئے یا رب لوگوں سے محبت ہو | تیرے ہی لئے یا رب دنیا سے عداوت ہو

اخلاص ہو ہر شے میں یہ رنگ یہ حالت ہو — بے لوث محبت ہو بیباک صداقت ہو
سینوں میں اُجالا دے دل صورت بینا دے

ہر آن ہر اک لحظہ سائل ہوں عنایت کا — کھٹکا مجھے رہتا ہے دشمن کی عداوت کا
ہشیار رہوں ہر دم غلبہ ہو غفلت کا — احساس عنایت کر آثار مصیبت کا
امروز کی شورش میں اندیشہ فردا دے

پستی میں نہ رکھ ان کو یارب انہیں بالا کر — ہر سو انہیں چمکا دے ہر سمت اُجالا کر
ایسا انہیں پایہ دے اتنا انہیں اُونچا کر — رفعت میں مقاصد کو ہمدوشِ ثریا کر
خودداری ساحل دے آزادی دریا دے

اے سیفؔ نقشہ ہے اب گردشِ دوراں کا — عالم نظر آتا ہے گلشن میں بیاباں کا
کیونکر نہ مجھے غم ہو آخر گل خنداں کا — میں بلبل نالاں ہوں اس اُجڑے گلستاں کا
تاثیر کا سائل ہوں محتاج کو داتا دے

تخمیسِ سیفؔ بر غزل جناب قبلہ کیفؔ صاحب

خطا یوں سے ہے ہمیں پیاری ہماری — کہ ہے یہ وجہ غمخواری ہماری
ہوئی ہے رحمتِ باری ہماری — وہ کرتے ہیں طرفداری ہماری
گئی سمجھو گنہ کاری ہماری

سیہ کاری کی ہے بنیاد ہی کیا — رہے گا کیا اُجالے میں اندھیرا
تناسب آپ ہی شاید ہی اس کا — تمہارا حق نے سایہ ہی نہ رکھا
رہے گی کیا سیہ کاری ہماری

انہیں مژدہ جو اس میں مبتلا ہیں — یہ دیکھے تو کوئی یہ لوگ کیا ہیں
یوں ہی تو اس مرض پہ ہم فدا ہیں — محمدؐ دردِ عصیاں کی دوا ہیں

بہت اچھی ہے بیماری ہماری

نہ کیوں اترائیں پھر ہم سے گنہگار | کہ جب ہو اسطرح رحمت کا اظہار
بھلا ہم عاصیوں کا وہ ہو غمخوار | خدا ہو جس نبیؐ کا ناز بردار

کرے وہ ناز برداری ہماری

ہمارے سر پہ گو عصیاں کا ہے بار | پر اُترے گا یہ سارا بار اک بار
زہے قسمت کہ ہم ہیں اُس کا ہو بیمار | خدا ہو جس نبیؐ کا ناز بردار

کرے وہ ناز برداری ہماری

جو ہیں ختمِ رسل محبوبِ داور | شفاعت منحصر رکھی ہے جن پر
کوئی ہم پلہ ہے جن کا نہ ہمسر | اُنہیں کے دم سے ای میزانِ محشر

سبک ہو گی گرانباری ہماری

کبھی چکتا نہ یہ جھگڑا کسی سے | اسے نسبت ہی کب ہے مصطفیٰ سے
ہوا یہ کام نامِ پاک ہی سے | اماں ملنے لگی نامِ نبیؐ سے

بڑی ڈگری ہوئی جاری ہماری

ہمارے دل میں کب دنیا کے غم ہیں | کہ ہم تو عاشقِ شاہِ اُمم ہیں
ہمیں اس کے مزے کیا سیٹھ کم ہیں | مئے عشقِ نبیؐ ہے اور ہم ہیں

یہی ہے کیفِ میخواری ہماری

آج پیدا ہوئے ہیں حبیبِ خدا دھوم کیونکر نہ ہو عید میلاد کی

آج ہے ہر طرف جلوۂ حق نما | آج ہر شے پہ ہے حسن حیرت فزا
آج رنگِ جہاں اک اچنبا ہوا | آج عالم کے عالم کا کیا پوچھنا

آج پیدا ہوئے ہیں حبیبِ خدا دھوم کیونکر نہ ہو عید میلاد کی

لطفِ ابرِ کرم آج ایسا ہوا | باغِ عالم یکایک ہرا ہو گیا

فیض بادِ بہاری سے ہر گل کھلا
آج بلبل بھی یوں چہچہانے لگا

آج پیدا ہوئے ہیں حبیبِ خدا دھوم کیونکر نہ ہو عید میلاد کی

عید ایسی کہاں کوئی فرحت اثر
غم گئے اس کے آثار ہی دیکھ کر
کچھ عجب شان سے یہ ہوئی جلوہ گر
آج کونین قرباں ہیں اس عید پر

آج پیدا ہوئے ہیں حبیبِ خدا دھوم کیونکر نہ ہو عید میلاد کی

شاد و شاد آج ہر اک طلبگار ہے
شادمانی کا گرم آج بازار ہے
حسرتِ دید سے کیا سروکار ہے
آج آنکھیں ہیں اور لطفِ دیدار ہے

آج پیدا ہوئے ہیں حبیبِ خدا دھوم کیونکر نہ ہو عید میلاد کی

آج ظلمت کا بالکل اثر ہی نہیں
آج بے نور کے کوئی گھر ہی نہیں
کوئی شر ہو کسی شر کا ڈر ہی نہیں
خیر ہی خیر ہے آج شر ہی نہیں

آج پیدا ہوئے ہیں حبیبِ خدا دھوم کیونکر نہ ہو عید میلاد کی

آج ہر چیز کا حوصلہ بڑھ گیا
آج ادنیٰ کو اعلیٰ کا دعویٰ ہوا
آج ذرے میں عالم ہے خورشید کا
آج دریا کا دم قطرہ بھرنے لگا

آج پیدا ہوئے ہیں حبیبِ خدا دھوم کیونکر نہ ہو عید میلاد کی

ایسا عالم نہ دیکھا کبھی پیشتر
کچھ عجب ہے سماں آج پیشِ نظر
آج جیسی جہاں میں ہوئی کب سحر
آج تو فرش پر عرش ہے جلوہ گر

آج پیدا ہوئے ہیں حبیبِ خدا دھوم کیونکر نہ ہو عید میلاد کی

رنگ عالم کا ہے انتخاب آج ہی
ہے عروسِ جہاں پر شباب آج ہے
چمکا اسلام کا آفتاب آج ہی
رحمتِ حق ہوئی بے نقاب آج ہے

آج پیدا ہوئے ہیں حبیبِ خدا دھوم کیونکر نہ ہو عید میلاد کی

خسروِ لولاک کا ہر طرف راج ہے
آج یہ سارے عالم کا سرتاج ہے

اللہ اللہ منظر عجب آج ہے — ہر طرف آج نظروں کو معراج ہے

آج پیدا ہوئے ہیں حبیبِ خدا دھوم کیونکر نہ ہو عید میلاد کی

آج خالق کا خلقت پہ انعام ہے — آج ہر سو رواں بحرِ اکرام ہے
آج بخشش کا آوازہ اک عام ہے — آج ناکامیابی کا کیا کام ہے

آج پیدا ہوئے ہیں حبیبِ خدا دھوم کیونکر نہ ہو عید میلاد کی

آج بے تاج سب تاجور ہو گئے — جتنے عالم میں خود سر تھے بے سر ہوئے
گل ہوئے ایکدم سارے آتشکدے — جھونکے کچھ آج ایسی ہوا کے چلے

آج پیدا ہوئے ہیں حبیبِ خدا دھوم کیونکر نہ ہو عید میلاد کی

ہو گا عالم میں ہرگز نہ ایسا ہوا — قدرتِ حق سے جو کچھ ہویدا ہوا
جانور تک ہر ایک آج گویا ہوا — کچھ ولادت کا یوں بول بالا ہوا

آج پیدا ہوئے ہیں حبیبِ خدا دھوم کیونکر نہ ہو عید میلاد کی

شور بتخانوں میں الاماں کا اٹھا — زلزلے کے سبب قصرِ کسریٰ ہلا
اک ذرا میں جہاں کچھ کا کچھ ہو گیا — آج بے طرح عالم نے پلٹا لیا

آج پیدا ہوئے ہیں حبیبِ خدا دھوم کیونکر نہ ہو عید میلاد کی

آج راغب کو مرغوب کا کیا الم — بلکہ آج اوسکی خواہش اسے دمبدم
کل تو عاصی کو تھا اپنی بخشش کا غم — آج خود اوسکی جانب ہے چشمِ کرم

آج پیدا ہوئے ہیں حبیبِ خدا دھوم کیونکر نہ ہو عید میلاد کی

اللہ اللہ کیا شان ہے حسن کی — آج ہر آنکھ چشمِ زلیخا بنی
سب کہیں کیسے حسیں ہیں ہمارے نبی — دیکھ کر جن کو بول اوٹھے یوسف بھی

آج پیدا ہوئے ہیں حبیبِ خدا دھوم کیونکر نہ ہو عید میلاد کی

خمسہ بر غزل محسن کاکوروی

تقدیر آج چمکی ہے یوں کس کے خواب کی
معراج ہے یہ خاص رسالت مآب کی
سورج سے روشنی ہے فزوں ماہتاب کی
اٹھتی ہے لامکاں سے جو چلمن حجاب کی
آمد ہے کس پیمبر عالی جناب کی

اس طرح عشق ہو تو ہے پھر عشق کا مزا
کہتا یہی ہے یہی محبت کا مقتضا
یوں یاد ہو تو یاد کا پھر پوچھنا ہی کیا
ہو ٹوٹے وہ آنکھ جس کو دکھائی نہ دے خدا
جب یاد آئے سرور عالی جناب کی

جس دل میں ایسی چیز ہو نہ ہو جلوہ گر
بربادی ہے ہو آباد عمر بھر
پھر اس میں روشنی کا ہو کس شکل سے گذر
جس میں نہ ہو محبت محبوب حق کا گھر
مٹی خراب اس دل خانہ خراب کی

عالم میں جابجا ہے اسی نور کا ظہور
اللہ رے فروغ کہ پہنچا ہے کتنی دور
آنکھیں اگر نہ دیکھیں تو آنکھوں کا ہے قصور
بالائے ہفت چرخ ہے محبوب حق کا نور
ہے لامکاں میں دھوپ اسی آفتاب کی

اغیار کی نہ آئے کبھی لب پہ گفتگو
مداح میں تیرا رہوں ممدوح میرا تو
پڑھتا رہوں تیرا کلمہ یہ ہے آرزو
تا حشر تیری مدح سے ہو میری آبرو
اشراق اسی وضو سے ہو روز حساب کی

تیری ہی گفتگو رہے تیری ہی آرزو
ہوتی رہے مدام عبادت یہ با وضو
تیری ثنا زباں پہ ہے اور دل میں تو
تا حشر تیری مدح سے ہو میری آبرو
اشراق اسی وضو سے ہو روز حساب کی

غفلت میں عمر بھر تو رہا مجھ سا بے خبر
تو جانتا ہے کچھ نہ کیا میں نے عمر بھر

دانائے حال میری دعا یہ قبول کر ۔ یارب ہو خاتمہ مرا حضرتؐ کے نام پر

بس یہ اخیر فصل ہو میری کتاب کی

یوں موت کا ظہور ہو ہر خاص و عام پر ۔ چلتی رہے زبان میری اس کلام پر

اللہ روح نکلے درود و سلام پر ۔ یارب ہو خاتمہ مرا حضرتؐ کے نام پر

بس یہ اخیر فصل ہو میری کتاب کی

بحرِ سخا و کانِ عطا مصدرِ حیا ۔ ختمِ رسل شفیعِ امم شاہِ دوسرا

عالم کے رہنما ہیں تو نبیوں کے مقتدا ۔ مقصودِ آفرینش و محبوبِ کبریا

کیا بات ہے جنابِ رسالت مآب کی

بے حد بلند رتبے کے پامال ہیں تیرے ۔ نسبت ہی کیا ہے چرخ کو کچھ انکی شان سے

ملکر یہ مٹنے والے عجب اوج پا گئے ۔ پہنچے فلک پہ نیچے قدم کے مٹے ہوئے

ذروں کو لے اُڑی ہے ہوا آفتاب کی

لاکھوں تیرے فدائی ہیں کیا ہیں بجز ایک میں ۔ اک سینہ ہی ہے جس نے لگائی ہے تجھ سے لو

اُلفت تیری مٹا رہی ہیں اسکے وجود کو ۔ تھمسن کی آرزو ہے فنا فی الرسول ہو

اے بحرِ فیض لے خبر اپنے حباب کی

مستزاد

آنے والے ہیں وہ اب ختمِ رسل فخرِ زماں ۔ باعثِ کون و مکاں

دے گئی جنکی خبر حضرت عیسیٰ کی زباں ۔ وہی ہوتے ہیں عیاں

آنے والے ہیں وہ اب جانِ جہاں روحِ رواں ۔ حسرتِ شیفتگاں

ضعف جانے کو ہے آنیکو ہیں اب تاب و تواں ۔ پلٹا لیتا ہے جہاں

گلشنِ دہر میں آنیکو ہے اب فصلِ بہار ۔ گل کھلائے گی ہزار

جلنے والا ہے کوئی آن میں بیدو دوزخ زاں … جانے جلے گا کہاں
وہ اوٹھے گرد وہ چمکے نشاں لشکر کے … ایسے دیکھے ہی نہ تھے
آنے والے ہیں کوئی دم میں لب شاہِ جہاں … کیا مزے کا ہے سماں
دیکھو امنڈا ہوا وہ فیض کا دریا آیا … مرحبا صل علےٰ
ابھی سیراب ہوئے جاتے ہیں سب تشنہ لباں … آئیگی جان میں جاں
ظلمت کفر کی ہر سو وہ تھی ہاں ہار گھٹا … جس اندھیر بلا
ایسی اڑجائیگی جس طرح سے اڑتا ہے دھواں … ہوگا اب نور عیاں
آنیوالے ہیں وہ اب ابر سخا بحر عطا … مصدر حلم وحیا
اون کے اوصاف حمیدہ کا ہو کسطرح بیاں … سب کی قاصر ہے زباں
برج وحدت سے نکلنے کو ہے خورشید ابھی … روشنی ہوگی نئی
دیکھ کر روشنی یوں ہوگا جہاں ایک زباں … کہ عیاں راچہ بیاں
خلق میں غلغلہ توحید کا ہو جائے گا … ایسا وقت آئے گا
رہ سکیگا نہ کہیں شرک کا اب نام ونشاں … ہوگا اسلام عیاں
اب ہر اک شخص کا ہو جائے گا روحانی علاج … ہوگی اصلاح مزاج
قلبی امراض کا بس ہوگا اونہیں سے درماں … کہ جو آتے ہیں یہاں
شدہ الحمد گنہگاروں کی بنجائے گی بات … حشر میں ہوگی نجات
دیکھنا سعدت حزیں انکی شفاعت سے وہاں … لیں گے سب باغ جناں

دعا بعد ختم مولود

ہو ختم مولود مانگو دعا … عجب کیا بر آئے دلی مدعا
یہی ہے دعا خاص اور عام کی … الٰہی ترقی ہو اسلام کی

ترقی پہ اسکی رہے روشنی
یہ سورج گہن میں نہ آئے کبھی

اگرچہ زمانہ بدلتا رہے
پر اسلام کا بول بالا رہے

ہمارے گنہ بخش دے اے کریم
کہ ہے نام تیرا غفور الرحیم

ہمیں دین و دنیا کے غم سے چھڑا
کرم سے ہمیں اپنا بندہ بنا

عطا کر ہمیں نعمت اتفاق
جدا کر ہمارے دلوں سے نفاق

گناہوں سے ہم ہوگئے بے آبرو
اب آخر کو آئے تیرے روبرو

ترا رحم کے محتاج ہر آن ہیں
ہم اپنے کئے پر پشیمان ہیں

الٰہی ہمیں قید غم سے نکال
عنایت سے آئی بلاؤ کو ٹال

نہ گذرا کوئی دم کبھی بے خطا
نہ دل سے تیری بندگی کی ادا

خوشی سے بدل دے ہمارے الم
ہمیں رکھ رہِ دین پہ ثابت قدم

کرم سے ہو کیوں سیف بے آرزو
کہ فرمان تیرا ہے لا تقنطو

تمت بالخیر

جواہر سیف

عاشقانہ

حصہ دوم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اتنی قربت پہ دور ہے پانا تیرا
تجھ کو سب کچھ جانکر بھی کچھ نہ پہچانا تیرا

حق ادا کب ہو سکا تیرا خدائے جزو کُل
حق تو یہ ہے حق خدائی نے نہ پہچانا تیرا

تیرا بندہ اور کیا تیرا نہ مانے کیا مجال
ہاں وہی بندہ تیرا جس نے کہا مانا تیرا

رازقِ مطلق تجھی سے رزقِ کُل کا تیری ہاتھ
خالقِ برحق ہے برحق ہے فرمانا تیرا

اک خطا کیا کُل خطائیں ہیچ ہیں
بے سبب کب ہے عطا پہ سیف اترانا تیرا

جو پہنچا دے خدا تک وہ قرینہ ہے محمد کا
ہے جسکی انتہا السدرہ وہ زینہ ہے محمد کا

سوا اُنکے کوئی کب عالمِ علمِ لدنی ہے
سمایا علمِ حق جسمیں وہ سینہ ہے محمد کا

دیا وہ دل کہ جس پر نقش ہے اُلفت محمد کی
ملی ہے مُہر وہ جس میں نگینہ ہے محمد کا

ملی جنت بھی گر مجھکو تو جاؤنگا مدینہ کو
کہ مجھکو اس سے بھی پیارا مدینہ ہے محمد کا

ظہورِ فضل کیا شے ہے حقیقت ہے محمدؐ کی
حضا عاقبت کیا ہے مدینہ ہے محمدؐ کا

ہمیں کچھ غم نہیں محشر خطا بخشوانیکا
کہ ہم بیٹھے ہیں جسمیں وہ سفینہ ہے محمدؐ کا

دو عالم کا دماغِ جاں معطر کیوں نہو جائے
کہ عطرِ قدرتِ باری پسینہ ہے محمدؐ کا

وہی ملحد ہی جو منکر ہی حضرتؐ کی رسالت کا
وہی کافر ہی جسکے دلمیں کینہ ہے محمدؐ کا

الٰہی یہ دعا ہے سیفؔ ادنٰی کا بھاٹ کھلائے
کہے مخلوق مجھکو یہ کمینہ ہے محمدؐ کا

مقر کرے اور کہیں جا کے یہ محفل اپنا
اب کہاں دل ہے رہا اُنکے قابل اپنا

تم کسی طرح کسی کو نہیں جینے دیتے
پھر بھی تم کو کوئی کہتا نہیں قاتل اپنا

ہم نہ کہتے نہ سہی طرزِ فغاں کہدیتی
درد ہوتا اگر اظہار کے قابل اپنا

ہو کبھی لطف کبھی ظلم یوں ہی چھیڑ رہے
یہ تغافل ہے تو جینا بھی ہے مشکل اپنا

لیکے دل دم بھی تو دیتا نہیں آتا تمکو
پھر تمہیں کوئی کس امید پہ دے دل اپنا

غم اٹھانے کی بھی حالت نہ رہی اب اسمیں
تم پہ آ کر نہ رہا دل کسی قابل اپنا

ہم تصور ہی سے جائینگے وہاں تک اے دل
رکھے طے کرکے یہ اب راستہ منزل اپنا

اب یہہ کہتے ہو ادہر آؤ نہیں دل دیدو
پھر یہہ کہدوگے چلو جاؤ یہ لو دل اپنا

ہم بھی قائل نہیں اے سیفؔ کسی کے ہرگز
کیا گلہ اس کا نہو گر کوئی قائل اپنا

تمہارا دل تڑپ جاتا جو نالے میں اثر ہوتا
تمہیں بھی پھر نہوتا چین یہ اتنا اگر ہوتا

جھلک بھی تیرے جلوے کی اگر پڑتی دو عالم پر
تو ہو جاتے اُدھر سب دنگ سناٹا اِدھر ہوتا

دکھا دیتا تماشا تجھکو تیری فتنہ خیزی کا
اگر یہ دل میرا اے فتنہ گر تیری نظر ہوتا

نہوتی جاں میری ہوتی تو تیری خاکِ پا ہوتی
نہوتا سر میرا ہوتا تو تیرا سنگِ در ہوتا

ہمارے درد کی بے درد تجکو کیا خبر ہوتی
ہمارے حال سے اے بیخبر تو کیوں خبر ہوتا

ادھر تیر نظر چوکا ادھر بن آئی کچھ دل کی
وگرنہ تاب کیا تھی دل کی جو سینہ سپر ہوتا

تمنا دل میں رہتی اور دل تیری تمنا میں
تمنا اس کا گھر ہوتی تمنا کا یہ گھر ہوتا

نہ آئے کیا شب وعدہ وہ میرے گھر ضرور آتے
نہ ہوتا کیا میری اُلفت میں سیفؔ اتنا اثر ہوتا

دل ہمیشہ کیلئے اس کا ٹھکانا ہو گیا
درد بھی ظالم تیرا تیری تمنا ہو گیا

لوٹتا ہے ہر گھڑی اچھا یہ بودا ہو گیا
عہد بھی اون کا کوئی کیا میری لبہ ہو گیا

غیر کے دھوکے میں آ لپٹے یہ تم نے کیا کیا
میں نہیں ہوں غیر ہیں ہیں تمکو دھوکا ہو گیا

جس سے پھیری آنکھ تو نے پھر نہ کچھ سوجھا اسے
جسپہ ڈالی اک نظر تو نے وہ بینا ہو گیا

جس نے دیکھا تمکو دیکھا اوسنے نور اللہ کا
جس نے مانا تم کو وہ بندہ خدا کا ہو گیا

نام کس کا ہے بشر اک مٹنے والی چیز کا
اک اس کا ہونا اک برائے نام ہونا ہو گیا

دیکھتا ہے مجمع یاس آکے دل میں بار بار
تیری حسرت کیا ہوئی گویا تماشا ہو گیا

ذرہ ذرہ سے عیاں قدرت تیری ہونے لگی
قطرہ قطرہ پھر قدرت کا نمونا ہو گیا

بدگماں ہوگا کوئی میں تو نہیں ہوں بدگماں
تم نے جب وعدہ کیا مجکو بھروسا ہو گیا

بات تو یہ ہے کہ اک عالم تیرا شیدائی ہے
اک نرالا سیفؔ ہی کیا تجھپہ شیدا ہو گیا

دھیان ہو تم کو ہمارے دل مجبور کا کیا
عیش والے کو قلق ہو کسی رنجور کا کیا

جب یہ کہتا ہوں کہ ہے جور بتوں کا مشہور
تو یہ کہتے ہیں کہ اچھی کہی مشہور کا کیا

اون کے لانے کی خوشی تجکو بیامی کیوں ہے
ہے یہ مشہور مثل پیٹ میں مزدور کا کیا

مر بھی جائے تیری فرقت میں تو کچھ دور نہیں
جان پر کھیل بھی جائے دل مجبور کا کیا

پیار پر اوسکے نہ مغرور ہو اتنا اے دل
وہ بدل جائے ابھی اوس بت مغرور کا کیا

گو کہ ملنا تیرا دستور ہے لیکن ظالم
پر ہے اک کھیل تماشہ ہے دستور کا کیا

ہوکے رسوا عشق میں مشہور اونکا ہوگیا
بڑھ گئی اتنی بُری حالت کہ اچھا ہوگیا

جس قدر دیوانگی بڑھتی گئی رسوا ہوئے
جسقدر رسوا ہوئے اوتنا ہی پردا ہوگیا

اب تو برتاؤ ہی سے اونکے ظاہر ہو تو ہو
شادمانی سے عدو کی آج شک سا ہوگیا

اب تو اون کی دلدہی سے بھی سکون ہوتا نہیں
میں ہی ششدر ہوں کہ میرا حال کیا ہوگیا

لذتِ دردِ تمنا بدمزہ ہو جائے گی
یہ بُرا ہوگا اگر بیمار اچھا ہوگیا

اوجھنیں بڑھتی چلیں دل بدگماں ہوتا چلا
اب تمہارا لطف بھی بارِ گراں ہوتا چلا

دل میں دنیا بھر کے اب ارمان تیرا رہنے لگا
یہ بھی تیری طرح معشوقِ جہاں ہوتا چلا

یاس کے آتے ہی ارمان وصل کے مٹتے چلے
مہمان جانے لگے خالی مکاں ہوتا چلا

غیر کے گھر جاتے جاتے میرے گھر کیوں آگیا
تو کہاں جانے کو آیا تھا کہاں ہوتا چلا

ساتھ ہی جوبن کے مشقِ ظلم بھی بڑھتی چلی
دستِ قاتل خونِ ناحق پر رواں ہوتا چلا

آگئی پھر اِسکی شامت دن برے آنے لگے
ہائے پھر دل مائلِ حسنِ بتاں ہوتا چلا

گالیاں میں ہی تو دیتا ہوں یہ اوٹھتے بیٹھتے
ہاں بجا سچ ہے کہ میں ہی بدزباں ہوتا چلا

رحم آیا بھی تو کب آیا کسی بے رحم کو
جب دلِ پُردرد نالوں میں فغاں ہوتا چلا

رہتے رہتے دل میں آخر درد حسرت بن گئی
بڑھتے بڑھتے دردِ ظالم جانستاں ہوتا چلا

اندنوں کچھ دوستی کی رسم ہی اٹھتی چلی
آجکل ہر مہرباں نامہرباں ہوتا چلا

ہائے یہ بھی تو جھجکتا ہے کچھ اب آتے ہوئے
تو تو تو تیرا یقیں بھی بدگماں ہوتا چلا

آنکھ کھلتے ہی نظر کچھ اور ہی آنے لگا
ہوش جاتے ہی عیاں ازِ نہاں ہوتا چلا

ہر حسیں کو وہ ہی فقرہ نہیں لبھا لیتا ہے سلیقہ
تیرا کیا کہنا ہے تو جادو بیاں ہوتا چلا

محویت میں انجمن تک آئینہ کیا
ہوش کھو کر تیرا جلوہ پا لیں کیا

دم دلاسے دیکے دل سمجھائیں کیا ۔ جی بہلتا ہی نہیں بہلائیں کیا

رنج سے پژمردہ دل کملائیں کیا ۔ پھول مرجھائے ہوئے مرجھائیں کیا

بے وفا ہے تو ترا کیا اعتبار ۔ مہربانی پر تیری اترائیں کیا

جو ہوں اے دل سخت نا منصف مزاج ۔ اپنے کرتوتوں پہ وہ شرمائیں کیا

مصلحت ہے ضبط اے دل مصلحت ۔ مضطرب ہو کر اونھیں تڑپائیں کیا

ہم پریشان حال ہیں آخر کہ وہ ۔ ہم نہ گھبرائیں تو وہ گھبرائیں کیا

آج بن ٹھن کر کہاں جاتے ہیں وہ ۔ اون کے پیچھے پیچھے ہم بھی جائیں کیا

موت تو آتی نہیں اے دردِ دل ۔ کیا کریں بیموت ہی مرجائیں کیا

اونکی بات اپنی سمجھ میں آئے کیوں ۔ اپنا مطلب ہم اونھیں سمجھائیں کیا

اپنی سبکی کا گلہ اون سے کریں ۔ ایسی ہلکی بات منہ پر لائیں کیا

جانے کیا سمجھا دیا تو نے اونھیں ۔ تیرے دیوانوں کو ہم سمجھائیں کیا

ہم تمھارے عشق کے چکر میں ہیں ۔ گردش ایام سے چکرائیں کیا

منہ لگا بیٹھا وہ ظالم غیر کو ۔ غیر کے منہ آکے منہ کی کھائیں کیا

دل سی شے ہتیا کے وہ تو چل دئیے ۔ اونکی ایسی چیز ہم ہتیائیں کیا

ہم سے سیدھے سادھے ہو کا کیوں گماں ۔ آپ سے دم باز دھوکا کھائیں کیا

وہ منانے کیلئے خود آئیں ہیں ۔ پوچھتے ہیں دل سے ہم منجائیں کیا

اون کو کیا کہکر نہ جانے دیں کہیں ۔ سوچ تو اے دل اونہیں سمجھائیں کیا

مہربان جو بات تھی وہ ٹالی ۔ اب یہ آخر آئیں بائیں شائیں کیا

کیا مزہ ہو سیف اون کی بات پر
میں کہوں اور وہ فرمائیں کیا ہو

دیکھا جب یہ اونہیں مدنظر ہونے لگا ۔ بیقرار دل کا تماشہ رات بھر ہونے لگا

خیر تو ہے غور سے کیوں دیکھتی ہو اسطرف
اے نگاہِ یار کیا مد نظر ہونے لگا

دوڑ کر جاتا ہے اور آتا ہے آنکھی در میں
اب مجھے تحریر بھی شکلے نامہ ہونے لگا

اونکی خاموشی سے کیا کیا کچھ گماں ہونے لگے
اک ذرا سی بات کا کتنا اثر ہونے لگا

! مدتوں ہشیار کو مکار کہتا ہے جہاں
آجکل تو عیب کرنا بھی ہنر ہونے لگا

دیکھنے والے نہ پھر آنکھیں چھپائیں کسطرح
جب جہاں شیدا تمہارے نام پر ہونے لگا

حق ہے تیرا چاہنا باطل ہے میرا چاہنا
اے تیری قدرت ادھر جا یا ادھر ہونے لگا

اسقدر نقش قدم تیری گلی میں دیکھ کر
دل میں کہتا ہوں کہ کس کس کا گذر ہونے لگا

پھر کسی معشوق کے ارمان میں ہیں بے سبب
پھر دل پر درد ارمانوں کا گھر ہونے لگا

بیچین تھا قرار نہ تھا بیقرار تھا
میں کیا کہوں جو حال شب انتظار تھا

دیکھا تو ہوشیار ہی دیوانہ وار تھا
جو تھا تمہاری بزم میں بے اختیار تھا

ارمان ہے دل میں آج نہ ارمان میں لطف کے
کل تک تو اس چمن میں یہ کانٹا بہار تھا

دیکھا مری طرف تو نہ دیکھا قصور کو
بندہ اسی نگاہ کا امیدوار تھا

تھا عہد غیر سے تو وفا کیا ضرور تھی
کیا عہد توڑنا بھی نزاکت پہ بار تھا

کچھ دیکھنے میں تیر تو سیدھی نظر نہ تھی
پر ایک تیر تھا کہ کلیجے کے پار تھا

کیا سمجھ لیا تھا تیرے التفات کو
بے اعتبار سے یہ بڑا اعتبار تھا

اللہ رے دوستی میں غلط فہمیاں مری
تھا اعتبار ادسپہ جو بے اعتبار تھا

آیا کسی طرح نہ محبت میں عمر بھر
یہ صبر تھا میرا کہ تیرا اعتبار تھا

ملکر صفائی سے تو بلا کی صفائی ہے
رکر غبار تھا تو غضب کا غبار تھا

کیا تم وہی ہو جسکو کبھی میری چاہ تھی
کیا یہ نظر وہی ہے کبھی جس میں پیار تھا

پھر آج مجھ سے راز کی باتیں ہیں کسلیے
کل تک تو میں نگاہ میں بے اعتبار تھا

مانا یہ ہم نے غیر کے ساری فریب سے — ملنے نہ ملنے کا جو تمہیں اختیار تھا

اچھا ہوا کہ ہاں تیرے منہ سے نکل گئی — میں عرضِ وصل کرکے بہت شرمسار تھا

یہ زندگی وہ بار ہے جس کا کسی طرح — ہے آج اعتبار نہ کل اعتبار تھا

پہلے پہل کے ربط میں تیوری ورے — یہ ناگوار تھا کبھی وہ ناگوار تھا

اس دست شوق نے تو بڑی کھینچا تانی کی — دامن کسی کا شب کو گریباں کا تار تھا

اگر نہ جانے سیف تو وہ موقع خدا کرے
جس کا کہ لمحہ لمحہ مجھے خوش گوار تھا

کچھ وہی جانتے ہیں جن کے جدا ہونا — ہمیں آتا ہی اُن سے خفا ہو جانا

استقدر رنج بڑھانے میں ہے نقصان بڑا — قہر ہوتا ہے محبت کا سوا ہو جانا

دھیان بھی ساتھ مدد ورنکے نکالا دل سے — اسطرح تم کو مناسب تھا صفا ہو جانا

عجب کیا ادن سے کہ ہر بار بگڑتے کیوں ہو — تو کہا یہ ہی محبت کا سوا ہو جانا

ایسے انسان کو کسطرح منائے کوئی — جس کو آتا ہو منانے سے خفا ہو جانا

سنتے آئے ہیں کہ نالہ بھی رسا ہوتا ہے — ہم نے دیکھا نہیں نالہ کا رسا ہو جانا

اون سے گھر جاتے ہوئے آج جھجکتا ہے دل
کہیں ایسا نہ ہو اے سیف برا ہو جانا

انتخاب کلام عاشقانہ جناب اُستاد کیف صاحب امام الشعرا

ادھر ہی منہ ساکن زمین کا ادھر ہی رخ ہر فلک نشین کا — مگر مکاں ہی پتہ مکیں کا کہیں سے ملتا نہیں کا

اسی کے ہاتھوں عدم کو پہنچا ہوا یہ جامہ اسی سے پورا — یہ کوس رحلت ہی کوس نکلا لباس ہستی کی آستیں کا

جو اسکے ٹکڑے اڑا رہا ہوں نہیں لگی سی لگا رہا ہوں — نیا گریباں بنا رہا ہوں جنوں کے ہاتھوں سے آستیں کا

ذرا گر ہے نے اسکو ملا لیا یہ چشم سیلِ وفا کو — دکھا کے پانی کی چھاگلیں دو شکار کھیلا غزال چیں کا

رہِ صداقت و رو دیکھا یہی تو حامی ہوا ہر اک جا | جو پاؤں وہم و گماں کا پھسلا تو ہاتھ پہنچا ہے یقیں کا
مقام ہے جا بجا بظاہر قیام ہوگا عدم میں آخر | وہیں پہنچنا ہی ہر مسافر سے ارادہ کوئی کہیں کا
کہیں نہیں کوئی اس سے باہر اسی پہ کھاتا ہے چرخ چکر | حسین بھی مرتے ہیں اسی پر یہ حسن دلکش ہے اس زمیں کا
کچھ اسکی قدرت سے مل رہا ہے کچھ اسکی صنعت سے مل رہا ہے | ہر ایک صورت سے مل رہا ہے یہ صورت آفریں کا

ادھر وہ ناسخ کی خوش کلامی ادھر غضب قدر بلگرامی
ہے پختہ کاروں سے آگے خامی جو کیفؔ لے نام اس زمیں کا

غزل

اضطراب دل تری آنے سے کیا جاتا رہا | اور بھی قابو سے دل اے دلربا جاتا رہا
ہے وہی دل پر وہ دل کا ولولہ جاتا رہا | ہیں وہی آنکھیں مگر وہ دیکھنا جاتا رہا
اون کے آتے ہی نہ آنے کی شکایت مٹ گئی | آنکھ ملتے ہی نہ ملنے کا گلا جاتا رہا
دوست بنکر دشمنی کرتی ہے دنیا آجکل | دوستی کیا دشمنی کا بھی مزا جاتا رہا
کس نے ہاتھا پائی کی تم کس کے ہتھے چڑھ گئے | زخم پر زردی آگئی رنگِ حنا جاتا رہا
کس طرح اوسکے بدل جانیکا بدلا اون سے لوں | ترک وہ پائی ہے کہ دل کا حوصلہ جاتا رہا
دل کے گم ہونیکا دو باتوں میں جھگڑا چک گیا | میں نے پوچھا کیا ہوا اوس نے کہا جاتا رہا
ہم بھی دھوکے میں وہاں آتے رہے جاتے رہے | وہ بھی مطلب سے یہاں آتا رہا جاتا رہا
اعتبار دوستی بھی دقت سے کچھ کم نہیں | پھر نہیں آتا یہاں جیسا آتا رہا جاتا رہا
کیا ہوا آتی رہے گی لطف کی آتی رہی | کیا ستم جاتا رہے آپ کا جاتا رہا

کیفؔ اپنے قول سے پھر کر ہی جھوٹے ہوگئے
اعتبار اون کا گیا اپنا تو کیا جاتا رہا

بظاہر جھکر دیکھے بسر کیا | جہاں تو ہے وہاں پہنچے انظر کیا

کروں تو کچھ نہ کچھ کوشش مگر کیوں
کہوں تو کچھ نہ کچھ ان سے مگر کیا

یہ آتے ہیں یہاں اس قدر کیوں
یہ جانے کا تقاضا اس قدر کیا

سہے ہے بزم عدو میں رات بھر کیوں
کیا بزم عدو میں رات بھر کیا

کسی بیکس سے تم ہو گے خبر کیوں
کسی بیکس کی تم کو ہے خبر کیا

تغافل اس قدر منہ پھیر کر کیوں
تجاہل اس قدر منہ دیکھ کر کیا

جفا دشمن سہے گا عمر بھر کیوں
وفا دشمن کرے گا عمر بھر کیا

دیا تھا دل انہیں جب چوک کر کیوں
کروں اس کا علاج اب سوچ کر کیا

رہے ہے اپنی خبر سے بے خبر کیوں
کیا ہم نے یہ آخر عمر بھر کیا

ربائی حال محبت کہا ہے
خدا جانے کہے گا نامہ بر کیا

تیرے آگے اٹھے درد جگر کیوں
ترے پیچھے اٹھے درد جگر کیا

کہاں ہے رات اب اٹھو بھی کیفؔ
سحر ہو بھی گئی ہو گی سحر کیا

تری آنکھ ہے وہ قاتل جدھر اٹھ گئی کہ مارا
یہ جہاں ملی کہ پھانسا یہ جہاں لڑی کہ مارا

یہ عجب تری خوشی ہے کہ مریں تو سب ادا پہ
مگر اپنے منہ سے ہرگز نہ کہے کوئی کہ مارا

ترے میل جول میں بس یہی لوٹنا ہے دیکھی
کوئی چل دیا کہ لوٹا کوئی چال کی کہ مارا

مجھے میل سے امیدیں انہیں مل کے جان لینی
مجھے یہ گمان کہ خوش ہیں انہیں یہ خوشی کہ مارا

تری یاد سوز پنہاں تری چاہ دشمن جاں
یہ شرر بنی کہ پھونکا وہ قضا بنی کہ مارا

ترے ناوک نظر سے تری انجمن میں شب کو
کہیں شور تھا کہ تاکا کہیں دھوم تھی کہ مارا

ابھی کیفؔ کچھ نہ بولو انہیں ورنہ یاد آؤ
یہ سمجھ لو داد ہم نے ہوئی بے خودی کہ مارا

جنوں کو دیتے ہیں ٹھوکر یہ ٹکڑا جیب و داماں کا
سبھی وحشی کھلا رکھتے ہیں دروازہ گریباں کا

کدورت اک زمیں رشکِ عدو کا نشترِ رگِ جاں کا
دلِ وحشت زدہ نقشہ نیا ہے قصرِ جاناں کا
جنوں کی رشتہ داری تھی لباسِ آدمیت سے
الٰہی خیر ہو اسکے کہیں ٹکڑے نہ سے ڈالے
جنوں اب دیکھنے والوں کی صورت سی بھی نہ سیگا
نہ ہو گر راہ طے پائے خرد سے اسیر بیاباں کی
کبھی غنچوں سے گلشن میں چٹک جائیگی اے وحشت
گریباں کا مرا دستِ جنوں محتاج ہی کب ہے
جنوں بنجائیگا یہ شوق ہی بزمِ حسیناں کا

تماشا ہے تیری محفل میں عالم ہے بیاباں کا
لقب بابِ محبت ہے مرے چاکِ گریباں کا
یہاں سینے سے پہلے چاک تھا سینۂ گریباں کا
کہ سیدھا منہ ہو دامن کیطرف چاکِ گریباں کا
کہ سب دیکھیں گے آنکھیں پھاڑ کر پھٹنا گریباں کا
کہ ہو دشتِ جنوں کا راستہ پھٹنا گریباں کا
کہ یہ ہنستا اڑاتے ہیں مزے چاکِ گریباں کا
جہاں کھینچ دی لکیریں بنگیا نقشہ گریباں کا
ہوا سمجھو کسی معشوق سے رشتہ گریباں کا

مذاقِ عاشقی میں بھی غزل ایسی لکھ ڈالو
تمہیں گر ضبط منظور ہے دل کے میداں کا

یکایک ہو گیا یوں سامنا اس آفتِ جاں کا
ہماری دوستی کے عہد و پیماں سب گئے سمجھ
نہ ہو جب ملتفت کوئی تو کیا ملنے میں رکھا ہے
ملے ہو غیر سے تو عہد بھی چلتا ہوا کرنا
اسی سے بندہ رہی ہے یہ امیدِ وصل بیچاری
ادھر سے غیر آتا تھا ادھر سے میں بھی جاتا تھا
نہ ہو یہ بھی تو مر جاؤں غمِ ترکِ تعلق سے
اثر سچا محبت کا بجا تاثیر نالے کی
بڑی الفت ہے مشکل میں کسی کے کام آجانا
نہ دیکھا حال جیتے جی تو کچھ شکوہ نہیں اسکا

ادھر میں نے ادھر دیکھا ادھر اس نے ادھر جھانکا
کہ منہ کرنا پڑیگا اب تمہیں دشمن کے پیماں کا
محبت کے لئے رخ دیکھنا لازم ہے انساں کا
مناسب ہے لگے پیوند کے ہی بیچ کا ٹانکا
کہیں ایسا نکرنا توڑ ڈالو تار ہاں ہاں کا
خدا جانے تب اب اس نے مجھکو دیکھا یا اسی جھانکا
تمہارے جور میں بھی آ رہا ہے لطف احساں کا
مگر بے امتحاں قائل نہیں بندہ کسی خواں کا
محبت سے سوادِ دل پہ اثر پڑتا ہے احساں کا
مگر اب منہ تو آکر دیکھ لو بیمارِ ہجراں کا

جسے دیکھو وہ ہو جاتا ہے گھر بیٹھے شکار ان کا / حسینوں نے بنا رکھا ہے پھندا عہد و پیماں کا
لئے اندھا کریں یا اپنی آنکھیں پھوڑ لیں جو ہیں / کہ ہم سے دیکھنا دیکھا نہیں جاتا نگہباں کا
تیرے دل سے کبھی کینہ نکلتا ہی نہیں ظالم / کہیں اس پر نہ سایہ پڑ گیا ہو میرے ارماں کا
بگڑی سودائی بنکر ڈالدوں گا خاک میں / وہ دیکھیگا اچھا ڈر گیا تم سے نگہباں کا
وہ گھبرائے ہوئے پھرتے ہیں دشمن کیلئے کیا کیا / کہاں جا کر جما نقشہ میری حال پریشاں کا
لیا ہے بھید مل کر تمہارے ملنے والوں نے / کیا ہے ذکر چھپ چھپ کر تمہارے راز پنہاں کا

کرم سے اسکے اصناف سخن پر کیف طاری ہے
نہ یہ کام ایسے ویسے کا نہ یہ فن ہر سخنداں کا

ہوتا ہے طے ادب ہی سے رستہ ثواب کا / راہ طلب میں پاؤں ہے سر آفتاب کا
مشکل ہوا ہے خاک محبت کی راہ میں / ہر نقش پا ہے گھر دل خانہ خراب کا
خالی رہیں گے نفع سے دنیا میں بھر کے / پانی نہ بھر سکیگا کٹورا حباب کا
تنہا دلوں کا رنگ بھی اندھیری گو / آندھی یہ تیز رخ تھی کہ زمانہ شباب کا
معشوق بے ثباتی ہستی کی ہے نمود / جوبن ابھر ابھر کے دکھاتا حباب کا
روشن ضمیر پاک ہیں امداد غیر سے / بے تیل جل رہا ہے چراغ آفتاب کا
چھپنا تمہیں تو منہ کے پردہ میں چاہیئے / پردہ کرو تو نام نہ لینا حجاب کا
کہنے کو رہ گئے ہیں بھلائی کے مسئلے / چلتا ہے اب زبانوں پہ رستہ ثواب کا
غافل سے کوئی ربط بڑھانا نہیں کبھی / بیجا نہیں ہے کیف سمجھنا شراب کا

سہرا

بتقریب ختنہ جناب صاحبزادہ محمد اسمعیل علیخاں صاحب خلف اصغر جناب نواب صاحب والی ریاست ٹونک راجپوتانہ دام اقبالہ

[illegible] سے پہرہ پہ ہوا ہے جلوہ گر سہرا / کہ جی یہ چاہتا ہے تجھکو دیکھیں دیکھکر سہرا

ترا لے رنگ سے رخ پر ہوا کچھ جلوہ گر سہرا
کھلے گل بے طرح شادی کا ہے ہر گل کے سر سہرا

بہت اچھا ہوا چھایا جو کھل کر اسقدر سہرا
نظر ہوتی نہ ہوتا تیرے چہرے پر اگر سہرا

وہ شادی کی گھٹا چھائی ہوا وہ جلوہ گر سہرا
تھمائے تار اشکوں کے جو دیکھے چشم تر سہرا

اگر کوئی نرالا پن نہیں ہے اسکی لڑیوں میں
تو پھر کیا بات ہے کیوں تک رہا ہے ہر بشر سہرا

یہ رونق اور ایسا حسن پھولوں میں نہیں دیکھا
رخ روشن کے پر تو سے بنا رشک قمر سہرا

چمک سے موتیوں کی ہو رہا ہے اک جہاں روشن
اُجالا کر رہا ہے ہر طرف مثل سحر سہرا

کسی معشوق کے انداز اس میں آ گئے شاید
کچھ اس صورت سے کھل کر کر رہا ہے دل میں گھر سہرا

خوشی کے مارے آپے میں سماتی ہی نہیں کلیاں
کھلا جاتا ہے تیرا چاند سا رخ دیکھکر سہرا

خوشی فتنہ کی شادی کس خوشی سے کسطرح کم ہو
کہ دنیا بھر کی شادی کا اک تیرے ہی سر سہرا

یہ اپنی وضع میں بہتر وہ اپنے رنگ میں بڑھکر
غضب ہے زیب تن جامہ ستم ہے زیب سر سہرا

بہار آئی ہے گلشن سے فقط اسکے نظارے کو
نہ سر کی رہگئی حیرت سے کیا کچھ دیکھکر سہرا

نظر پھر پھر کے پڑتی ہے تو پڑتی ہے نہیں دو پر
جھکی آیا نظر جامہ اٹھی آیا نظر سہرا

عجب اس کی کلیاں ہیں عجب ہیں پھول سہرے کے
سرور انگیز ادھر جامہ ادھر فرحت اثر سہرا

مجھے یہ چاند سی صورت پہ سہرا دیکھ کر سوجھی
نہ دیکھا تو اب خورشید دیکھے چاند پر سہرا

نہیں آتی ہے کوئی شے خیال میں مگر جامہ
نہیں کھبتی ہے کوئی چیز نظروں میں مگر سہرا

چہ نسبت خاک را بعالم پاک اس میں کیا شک ہے
رہا پستی میں جامہ اور پہنچا اوج پر سہرا

ہو جبتک شاخ میں گل گل میں نکہت تنگ میں چمن
ادھر سہرا کھلے سر سے بندھے سر پر ادھر سہرا

قلم اب رک بھی لے سیحتا کیا حاصل طوالت سے
کہ چھوٹا سا ہے دولہا چاہیے بس مختصر سہرا

ردیف یا

اپنا تو ہے اک تجھی سے مطلب ۔۔۔ رکھتے ہی نہیں کسی سے مطلب

دنیا میں رہے عزیز ہو کر ۔۔۔ رکھے نہ کوئی کسی سے مطلب

غم میں تیرے جان جائے تو جائے ۔۔۔ ہے مجھکو تیری خوشی سے مطلب

وہ موت سے بیخبر ہیں بالکل ۔۔۔ جو رکھتے ہیں زندگی سے مطلب

کاذب ہیں عدو زمانے بھر کے ۔۔۔ ان جھوٹوں کو راستی سے مطلب

اے دل یہ تجھے خیال کیا ہے ۔۔۔ معشوق دلدہی سے مطلب

بندے میں خدا میں فرق ہے سیفؔ
یکتائی کو کیا دوئی سے مطلب

ردیف تائے

آئے تو نظر کسی کی صورت ۔۔۔ دیکھیں تو کبھی خوشی کی صورت

مرتے ہیں تیرے فراق میں ۔۔۔ کیا اچھی ہے زندگی کی صورت

کب وصل تیرا نصیب ہوگا ۔۔۔ کب نکلے گی دلگی کی صورت

پوچھیں تو کبھی حال اپنا ۔۔۔ نکلے تو کبھی خوشی کی صورت

اے سیفؔ یہ شان ہے خدا کی
کب کس سے ملی کسی کی صورت

ردیف جیم

دو ہی دن میں اس طرح بدلا مزاج ۔۔۔ اب تو کچھ ملتا ہی نہیں ان کا مزاج

کوئی کیا جانے کہ ہے کیسا مزاج ۔۔۔ جانتے ہیں کچھ ہمیں تیرا مزاج

آج کچھ بدلے ہوئے تیور ہیں کیوں ۔۔۔ خیر تو ہے آج کیسا ہے مزاج

شکر ہے اللہ کا ہر حال میں
پوچھتے ہو کیا غریبوں کا مزاج
پوچھتا کیا ہے پھر اس کے حال کا
پوچھنے کو جائیں ہم وہ جس کا مزاج

ردیف ح

یہ جانتے تھے کہ دل میں ہوئی گھر کیطرح
تم اسکی خاک اڑاتے ہو رہگذر کیطرح
قیام نہیں پل بھر کبھی نظر کی طرح
ہم اپنے گھر میں بھی رہنے لگے سفر کیطرح
ابھی سے آپ کو اچھا ہے خوف جانیکا
یہ شام ہی سے کیوں رنگ فق سحر کیطرح
نظر نظر میں دکھاتے ہیں اک نیا انداز
طرح طرح سے بدلتے ہیں وہ کیطرح
طرح طرح سے ہی اظہار شانِ نیرنگی
ہر اک بشر سے جدا ہی ہر اک بشر کیطرح
الٰہی خیر ہو کچھ اس سے شر نہو کوئی
کچھ اور بھی نظر آتی ہے نامہ بر کیطرح

وہ چھپ چھپا کے ملیں لاکھ غیر سے ای سیف
یہ راز چھپ نہ سکیگا کبھی خبر کیطرح

ردیف دال

مجکو وفا پسند ہے اونکو جفا پسند
میری جدا پسند ہے اونکی جدا پسند
منت پسند ہی نہ وہاں التجا پسند
یہ کام نا قبول ہے وہ بات نا پسند
چیتے اونہیں دشمنوں نے عدو کو کیا پسند
ہے اپنا اپنا دل جسے جو آگیا پسند
کی تمنے غیر کیلئے رسم وفا پسند
اب میں کروں تمہارے لئے اور کیا پسند
دونوں طرف رہا دلِ بیتاب نا پسند
میں نے کیا پسند نہ تم نے کیا پسند
میرے مقابلہ میں عدو کو کیا پسند
قربان اونکے اونکی ذرا دیکھنا پسند
کچھ اسطرح وہ ذکرِ عدو پہ لجا گئے
جیسے جہان میں ایک یہی ہے حیا پسند

اون سا بھی خود پسند ہوگا جہان میں
کرتے نہیں کسیکو وہ اپنے سوا پسند

میں ناگوار ہوں کہ میری آرزو نہیں
پھر تو کہو کہ کون ہے وہ تمہیں ناپسند

تم نے نہ کی وفا تو نہیں اسکا کچھ ملال
ہے یوں کہ اب تمہیں بھی نہیں ہے وفا پسند

مدت سے مر رہے ہیں مگر یہ خبر نہیں
کیا جانئے کہ آئی تیری کیا ادا پسند

کیوں چاہوں جز تمہاری تمہارے وصال کی
کیوں ہو مجھے تمہارے سوا دوسرا پسند

یہ کیوں جفا کو چھوڑ کے دشمن سے کی وفا
یہ کیا ہوا تمہیں یہ کیا۔ کیا سی کیا پسند

ہر ایک اپنے جنس سے رکھتا ہے نسبت
ہے یوں برا برے کو بھلے کو بھلا پسند

وہ مجکو اور دیکھنے آئیں زہے نصیب
اب اپنا حال یوں مجھے آنے لگا پسند

کچھ انتہا نہیں ہے تمہارے لگاؤ کی
ہر اک سمجھ رہا ہے مجھے کر لیا پسند

میں وہ دعا نہیں جو دعا ہو اثر پذیر
تو وہ اثر نہیں جو اثر ہو دعا پسند

چاروں طرف یہ نام ہیں مشہور آپکے
دمساز حیلہ ساز جفا جو جفا پسند

یہ بھی بہت ہے مجھ پہ اگر تم سے التفات
یہ بھی بہت ہے جسکو وہ کرلیں ذرا پسند

تم سے وفا نہ ہوگی یہ دشوار کام ہے
ہم نے یہی سمجھ کے تو کی ہے وفا پسند

آگے کرم کے کوئی نہیں غیر منتخب
اس انتخاب میں ہیں سب اچھا برا پسند

مجھ سے وفا نہیں نہ سہی غیر سے تو ہے
اے سبعت اب کہوں اونہیں کیونکر جفا پسند

پھر نہیں پچھتاؤ گے غیروں سے یارانے کے بعد
پھر کیا افسوس ملتا ہوگا پچھتانے کے بعد

شمع رخ کافی ہے تیری شمع بجھ جانے کے بعد
اور میں قربان ہو جاؤنگا پروانے کے بعد

کامیابی کیلئے ہے شرط استقلال بھی
آدمی کچھ کر نہیں سکتا ہے گھبرانے کے بعد

دوست بنکر میں تمہیں سمجھا تو سکتا ہوں مگر
تم مجھے دشمن سمجھ جاؤگے سمجھانے کے بعد

آپ ہی کے آگے پیچھے پھر رہا ہے صبر بھی
آئیگا آنے سے پہلے جائیگا جانے کے بعد

اے جنوں بس یہی دو کام آتے ہیں ہمیں
لطف یار لینے سے پہلے ظلم یار لینے کے بعد

کیف ہم مینکش ہیں لیکن حد کے عالی ظرف ہیں
خم لگا لینگے خود اپنے منہ سے پیمانے کے بعد

ردیف ل

رشک کیونکر نہ کریں اس گل رخسار سے پھول
بات یہ ہے کہ وہاں جھڑتے ہیں گفتار سے پھول

بات تو جب ہے کہ دشمن سے کھٹک جائے تیری
لطف تو جب ہے کہ ہو جائے جدا خار سے پھول

گل کھلیں اور یہی تو جائے اگر گلشن میں
دل میں پھولے نہ سمائیں تیری دیدار سے پھول

اے نسیم سحری انکو نہ چھیڑ ان پہ نہ چھا
کہیں ایسا نہو دبجائیں تری بار سے پھول

آتش عشق نے اک باغ لگا رکھا ہے
روز جھڑتے ہیں مری آہ شرربار سے پھول

بار پڑتا ہے تو پچھا سا ہوئے جاتے ہیں
یہ نزاکت ہے کہ اٹھتے نہیں سرکار سے پھول

دیکھنے والے نہ سمجھیں یہ لہو کی بوندیں
جھڑ رہے ہیں سر مقتل تیری تلوار سے پھول

کارآمد تو جبھی تک ہیں کہ مہکائیں دماغ
باسی جب ہوگئے تو ہوگئے بیکار سے پھول

اشک خوں نکلے تیری آنکھ سے اللہ رے غم
مرگ دشمن میں جھڑے نرگس بیمار سے پھول

کہیں ایسا نہو بلبل کو خبر ہو جائے
اے صبا خوش ہیں بہت کچھ تیری رفتار سے پھول

منہ چھپانا تجھے پھولوں سے نہیں ہے زیبا
پھولتا ہے جو مری جاں تو اغیار سے پھول

دیکھ کر رخ ترا اک روز یہ تھے دل میں
اسی باعث ہی نکالے گئے گلزار سے پھول

گلعذارو تمہیں ہو اک دہوم وہاں کے گل کی
لائے بلبل نہ کہیں مصر کے بازار سے پھول

شاد ہر حال میں رہ عشق میں اے غنچۂ دل
ہو نہ انکار سے پژمردہ نہ اقرار سے پھول

گر رہے چپ تو رہا غنچہ گلزار دہن
اور جو کی بات تو جھڑنے لگے گفتار سے پھول

باغ میں جائے تو چہرہ کو چھپا کر جب تا
ورنہ شرمائینگے تیرے گل رخسار سے پھول

پھول سے گال ہیں تیرے یہ سراسر ہے دروغ
بلکہ یہ بھی ہے غلط ہیں تیرے رخسار سے پھول

کیا کہا ہو گیا باسی میرے بار دن کا پھول
پھول سے ہار بنا کرتے ہیں یا ہار سے پھول

آنیوالا ہے کوئی دم میں خزاں کا جھونکا
چھوٹنے والا ہے بلبل تیری منقار سے پھول

آستانہ ہے کہ ہے یہ چمنستان ارم
شوق سے لاتے ہیں سب تحفہ جو دربار سے پھول

یوں تیرا روئے منخط ہے جدا ہر گل سے
جیسے نسبت نہیں رکھتے خط گلزار سے پھول

اک وہ دن تھا کہ تجھے ہار دیا کرتے تھے
ایک یہ دن ہے کہ دینے لگے وہ ہار سے پھول

اب نہ کیوں پھولوں میں آئی کیفیت خوشی کے مارے
آج بے مانگے دیئے اوس نے بڑے پیار سے پھول

ہر جنبش ہر خوشی سے ہے بے اختیار دل
پہلو میں تم بھی ہو تو ہے بے قرار دل

ہو بس میں یا تو لے مرے پروردگار دل
یا بس میں آئے وہ جسے کرتا ہے پیار دل

دل لیکے عہد وصل نہ تسکین نہ بات چیت
دے کس امید پر کوئی امیدوار دل

پھر آئے آفت آئے بلا آئے موت آئے
آئے مگر کسی پہ نہ پروردگار دل

پھر زرے اوڑا اوڑا کے دل بے قرار کے
قاتل نے ایک دل کے بنائے ہزار دل

کل تک تو آپ ہی کا بس امیدوار تھا
آج سے ہے موت کا امیدوار دل

مجبور ہوں کہ تم سے بدلیجاؤں کسطرح
اک دو گھڑی کے واسطے دیدو ادھار دل

مرتا ہے مری طرح سے یہ بھی تو آپ پر
مجھ سے الگ بنائے گا اپنا مزار دل

اے کیفیت اب کسی کا یہ دھوکا نہ کھائے گا
آ آ کے ہو گیا ہے دست بختہ کار دل

ردیف نون

دشمن کہاں تمہیں کہو تم سا بشر کہاں
میری نظر کہاں ہے تمہاری نظر کہاں

یہ کیا کہا کہ تم سے فدائی ہزار ہیں — ہم سے جہان میں لاکھ سہی ہم مگر کہاں
ادن کی نگاہ میں ہے کہ دشمن کی بات ہیں — اے آہ دیکھ تو کہ چھپا ہے اثر کہاں
ملکر عدو سے شرم کا پردہ بھی اوٹھ گیا — اب دیکھنا یہ ہے کہ چھپی نظر کہاں
اپنی گلی میں دیکھ کے وہ پوچھتے ہیں سیف — کیوں آئے آج خیر تو ہے تم ادھر کہاں

مجھ سے بلکی مدام لیتے ہیں — گالیاں دیکے نام لیتے ہیں
مسکرا کر سلام لیتے ہیں — لب سے بجلی کا کام لیتے ہیں
رنج ہو غم ہو کوئی آفت ہو — لینے والے مدام لیتے ہیں
ہے یہ بگڑا ہوا مزاج ادن کا — منہ بنا کر سلام لیتے ہیں
دل کے بدلے نظر ملاتے ہیں — آنکھ سے دل کا کام لیتے ہیں
ہم تو تیرا ہی ذکر کرتے ہیں — ہم تو تیرا ہی نام لیتے ہیں
سیف سا شخص اور جھوٹا ہو — ہوش میں آکے نام لیتے ہیں

لوگ جس شے کو قضا کہتے ہیں — ہم ادسے تیری ادا کہتے ہیں
لذت درد کا چسکا ہے جنہیں — وہ ترے غم کو مزا کہتے ہیں
شرم کا پاس ہو جس شوخی میں — ایسی شوخی کو حیا کہتے ہیں
کچھ خبر بھی ہے مری جان تم کو — کہنے والے تمہیں کیا کہتے ہیں
بے غرض ہو کے تعلق رکھے — ایسے ملنے کو وفا کہتے ہیں
اس نزاکت پہ یہ پتھر کا جگر — لوگ دیکھو تمہیں کیا کہتے ہیں
سیف اپنا تو عقیدہ یہ ہے — سب سے برتر کو خدا کہتے ہیں

غم کبھی ساتھ چھوڑتا ہی نہیں
یار ایسا کوئی ملا ہی نہیں

تو ملا دل تیرا ملا ہی نہیں
ایسے ملنے میں کچھ مزا ہی نہیں

غم سے انسان نکل نہیں سکتا
ہائے اس گھر کا راستہ ہی نہیں

نہ سنو دل سے دردِ دل نہ سنو
ہم یہ سمجھیں گے کچھ کہا ہی نہیں

بدگمانی سے یوں یقین گیا
دل میں جیسے یقین تھا ہی نہیں

غیر نے رس زباں کا چوس لیا
تیری باتوں میں وہ مزا ہی نہیں

دل کو کرتا ہے درد سے مانوس
عشق اچھا بھی ہے برا ہی نہیں

ہم تو ملتے ہیں بے غرض تم سے
مدعا اپنا مدعا ہی نہیں

وصل ہی ہجر کا سبب نکلا
درد بھی ہے دوا - دوا ہی نہیں

حُسن کا مقتضےٰ برا کیوں ہو
یہ تمہاری جفا - جفا ہی نہیں

کوئی تیرا جواب کیا ہوتا
کوئی تیرا جواب تھا ہی نہیں

غم بھی تجھ سے لیا تو دل دیکر
ہم نے احسان تیرا لیا ہی نہیں

بوالہوس غیر کو سوا تیرے
آنکھ ہوتی تو دیکھتا ہی نہیں

جو تری راہ میں تباہی ہو
وہ تباہی کوئی تباہی نہیں

تجھے کہتا پھرے برا گھر گھر
یہ تو دشمن کی خیر خواہی نہیں

دل سے کیا کچھ نہیں کہا او سیف
پر یہ کمبخت مانتا ہی نہیں

جو دو دن نگاہِ کرم دیکھتے ہیں
تو برسوں ستم پر ستم دیکھتے ہیں

ہم اپنی خوشی کیا الم دیکھتے ہیں
دکھاتے ہو تم اور ہم دیکھتے ہیں

سب اچھا برا دم بدم دیکھتے ہیں
جو آنکھیں دکھاتی ہیں ہم دیکھتے ہیں

ہے اپنی نظر میں تیری کم نگاہی
ترا لطف دل سے کم دیکھتے ہیں

ہمیں تم کیسی نظروں سے دیکھتے ہو
تمہیں کیسی نظروں سے ہم دیکھتے ہیں

کسی کا ہو دل اُن کو لینے سے مطلب
وہ کھوٹی کھری کب قسم دیکھتے ہیں

عدو کو سر بزم اچھی نظر سے
یہ تم دیکھتے ہو کہ ہم دیکھتے ہیں

تمھیں کیا بتائیں جو ہم جانتے ہیں
تمھیں کیا دکھائیں جو ہم دیکھتے ہیں

محبت میں اپنی بُرائی بھلائی
نہ وہ دیکھتے ہیں نہ ہم دیکھتے ہیں

کبھی اون نگاہوں سے تم بھی تو دیکھو
تمھیں جن نگاہوں سے ہم دیکھتے ہیں

نہ القاب کوئی نہ آداب کوئی
نیا تیرا طرزِ رقم دیکھتے ہیں

نہ دیکھیں وہ کیوں کم نگاہی سے مجھکو
بُری چیز کو لوگ کم دیکھتے ہیں

اونھیں کیا نظر اسمیں آنے لگا ہے
وہ کیوں آئینہ دم بدم دیکھتے ہیں

عدو اون کے ملنے کو آن بن ہی سمجھے
خوشی دیکھنے والے غم دیکھتے ہیں

اونھیں جب کبھی دل دکھایا تو بولے
ٹھہر صبر کر صبر تھم دیکھتے ہیں

بدلجاتی ہے جب نظر ملتے ملتے
تو حیرت سے منہ اُن کا ہم دیکھتے ہیں

انہیں دیکھتے سیف خالی نظر سے
محبت سے اہل کرم دیکھتے ہیں

عیش سے کٹتے ہیں ہمارے دن
پیاری راتیں ہیں پیارے پیارے دن

دن بھر ایدل اوسی کا چرچا ہے
یہی باتیں تیری سارے دن

پھر گئے آج کل وہ دشمن سے
پھر گئے آج کل ہمارے دن

کمسنی میں ملال مرگِ عدو
مرنے جان یہ نہیں تمہارے دن

جس کے پہلو میں ہو وہ احسنِ دل
کیوں نہ وہ عیش سے گذارے دن

وصل کا دن بھی ہائے کیا دن ہے
خوب کٹتا ہے واہ وا رے دن

سیف قسمت سے وصل کے دن آئے
ہجر کمبخت کے سدھارے دن

شکوۂ غیر زباں پر کبھی لاتے ہی نہیں | جس میں تکرار ہو وہ چھیڑ اٹھاتے ہی نہیں
تم جو سو بار بھی روٹھو تو مناتے ہیں تمہیں | ہم کبھی روٹھ بھی جائیں تو مناتے ہی نہیں
ایک تم ہو کہ تمہیں یاد ہماری نہ رہی | ایک ہم ہیں کہ تمہیں دل سے بھلاتے ہی نہیں
دل محبت میں مرے جان ٹوٹے کیونکر | تیرے برتاؤ تو کچھ اس میں بتاتے ہی نہیں

کچھ تمہیں کو نظر آتے نہیں رند لے سیفؔ
کون کہتا ہے کہ وہ سیر کو جاتے ہی نہیں

آئینہ ساں بھی رسم و راہ نہیں | تمہیں منہ دیکھے کی بھی چاہ نہیں
تھیں وہ میل اور وہ چاہ نہیں | اب جو دیکھا تو وہ نگاہ نہیں
وہ زباں دیکھے کترے جاتے ہیں | جلتے ہیں کوئی گواہ نہیں
روز آتے ہیں وہ تصور میں | کیسے کہہ دوں کہ رسم راہ نہیں
تیری تیغِ نظر ہے وہ قاتل | روک جس کی نہیں سپاہ نہیں
لاگ ہو یا لگاؤ ہو اس میں | فیصلہ ہے تیری نگاہ نہیں
قابلِ شبہ زندگانی ہے | موت میں کوئی اشتباہ نہیں
اسکو دشمن سے ملنے دیتا ہیں | میرے بس میں تیری نگاہ نہیں
بے دھڑک عیب منہ پہ کہتا ہے | کوئی دشمن سا خیرخواہ نہیں
اُلفت انسان کو مار رکھتی ہے | اس ستم کی کہیں پناہ نہیں
وہ بھی نادم ہیں جو بیجا ہے | کچھ ندامت ہی عذرخواہ نہیں
چاند کو تیرے رخ سے کیا نسبت | آفتابِ زبانہ ماہ نہیں
تم نگاہوں کو دیکھتے کیا ہو | بے مروت میری نگاہ نہیں
شاہد حال ہے اپنا | اس سے اچھا کوئی گواہ نہیں
کیوں نہ در پردہ مجھے چاہیں | سیفؔ کیسا ہے دل کو راہ نہیں

دیگر

سمجھتے ہیں جو کچھ ہی بات کمسن کی چتون میں
کہ ہم نے بھی ہزاروں کھیل کھیلے ہیں لڑکپن میں

سکھایا قید کرنا یوں تمہیں کس نے لڑکپن میں
یہ تم نے ہاتھ ڈالا ہے کہ ڈالا طوق گردن میں

یہ کیا کہتی وہ شاید سے گئے ہوں بزم دشمن میں
فضول اے بدظنی کیوں ڈالتی ہے دل کو الجھن میں

تیرا ثانی نظر آتا نہیں اے مجمع خوبی
ادا میں ناز میں شرم و حیا میں چلبلے پن میں

ابھی کمسن ہیں کیا جانیں ادائیں دل لبھانے کی
جوانی کی سمجھ کس طرح سے آئے لڑکپن میں

میرے نزدیک تو ان کو بہار بےخزاں کہیے
وہ جب جاتے ہیں سیرے کو بہار آتی ہے گلشن میں

سمجھتا ہوں کہ وہ ملتے ہیں مجھ سے اوپری دل سے
جبھی تو پان بھجواتے ہیں اب بیڑے کے ڈھکن میں

غرض پردہ سے انکی کیا ہی در پردہ جلانا ہے
ہماری آگ بھڑکانے کو وہ بیٹھے ہیں چلمن میں

وہ جب اوٹھتے تھے دست شوق دامن کھینچ لیتا تھا
گریباں کی طرح شب کو نہ رکھا تار دامن میں

خدارا رحم اے تکلیف فرقت کیا قیامت ہے
نہ کبھی نام لینے کو بھی آسایش ہے میرے تن میں

یہ سچ ہے مہر دانے دانے پر اے سیفؔ ہوتی ہے
میری تقدیر کا دانہ ہے کس طرح خرمن میں

غزل عاشقانہ سیف

یہ آج انداز خامشی کے غضب کی حیرت ڈالتے ہیں
وہ کھنچ کے تصویر بن گئے ہیں نہ بولتے ہیں نہ چالتے ہیں

انہیں مٹا نہ سکی لاکھ تسکین نکالنے کو نکالتے ہیں
مگر وہ بیٹھے ہوئے ہیں ساکت نہ بولتے ہیں نہ چالتے ہیں

خلش مٹاتے نہیں وہ دل کی نئی مصیبت میں ڈالتے ہیں
مزا ہی کھوتے ہیں دل لگی کا کہ دل سے پیکاں نکالتے ہیں

وہ گھور کے کہتے ہیں اس طرح سے کہ بات لیتا ہوں آنکھ جھیل
غضب کی ہے تیر اندازی انکی کہ روز تقدیر ڈالتے ہیں

قصور مجھی پر تنہا نہیں ہے کہ آپ بھی ہیں شریک ظلم ان کا
نہ میری حالت سنبھالتے ہیں نہ اپنی عادت سنبھالتے ہیں

[illegible] خیال ظلم انکے تاویں ہے وہ خود [illegible]
[illegible] دل کو سنبھالتا ہوں [illegible] جو بن سنبھالتے ہیں

غضب کے چلتے ہوئے بھی ہیں وہ بلا کے طرار بھی ہیں لیکن
عدو کے مُنہ جیسے بُت بنے ہیں نہ بولتے ہیں نہ چالتے ہیں

جو اُن سے پوچھا کہ خیر تو ہے یہ آج چپ کیوں ہو تو یہ بولے
کسی کو کیا جبکہ ہم کسی سے نہ بولتے ہیں نہ چالتے ہیں

اگر وہ انکا صاف کردیں تو طالب وصل کر سکی کیا
بڑی عنایت ہے یہ بھی انکی کہ دم تو دیکر وہ ٹالتے ہیں

تمہاری حسرت نکال دینگے تو دلمیں رکھینگے کونسی شے
یہی تو رکھنے کی چیز نکلی اسے کہیں اب نکالتے ہیں

تجھے یہ کیا سوجھی بیٹھے بیٹھے کہ غیر کا ذکر چھیڑ بیٹھا
وہ بولتے چالتے یہ چپ ہیں کہ بولتے ہیں نہ چالتے ہیں

تمہاری شیدا تمہارے آگے ادب سے بیٹھے ہوئی ہیں کیسی
نہ دیکھتے ہیں نہ بھالتے ہیں نہ بولتے ہیں نہ چالتے ہیں

ہم ایسے ویسے نہیں ہیں ہرگز زبان کے سچے ہیں کہہ کے بکنے
وہ کر دکھاتے ہیں سیف سب کو جو بات مُنہ سے نکالتے ہیں

یہ خبر لوگ اُڑاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں
دیکھئے اب نہیں آتے ہیں کہ وہ آتے ہیں

اسلئے غش میں پڑے سے تھے کہ وہ گھر تھے اپنے
اسلئے ہوش میں آتے ہیں کہ وہ آتے ہیں

آنے والے کو تو آنے کی خبر تک بھی نہیں
کہنے والے کہے جاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں

ہمکو بلواؤ تو غیروں کا بلانا چھوڑ دو
ہم یونہی تو نہیں آتے ہیں کہ وہ آتے ہیں

کوئی آتا ہو اُدھر سے شب وعدہ لیکن
ڈھنگ ایسے نظر آتے ہیں کہ وہ آتے ہیں

دلمیں آجائے تو آجائیں نہ آئے تو نہ آئیں
دیکھئے راہ دکھاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں

وہ نہ آئینگے تو جائیں گے میرے ہوش و حواس
دیکھئے آج یہ جاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں

پتلیوں کو بہت ارمان ہے پابوسی کا
اس لئے آنکھیں بچھاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں

وہ تو لے کیف مرے گھر کبھی آتے ہی نہیں
لوگ یہ نام لگاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں

تم ہوئے مبتلا کہ غیر یوں ہوئی ابتدا کہ یوں
کچھ تو کہو زبان سے یوں ہی یہ بات یا کہ یوں

بارش ابر تو بہار دستے جو پوچھے بار بار
منہ سے تو کچھ نہ کہہ صفا رشک سے بتا دیا کہ یوں

کاوش رنج و غم پسند کاہش جان فعل قبول
خم یہاں سر نیاز یوں ہو تیری رضا کہ یوں

موت ہے ایک راز خاص جان کے ساتھ راز ہے
اسکی کسی کو کیا خبر آئیگی یوں قضا کہ یوں

ملنے کی بات بات پر بحث رہی ہے رات بھر
اُسنے کبھی کہا کہ یوں ہم نے کبھی کہا کہ یوں

دب کے ملے کہ خود ملے مل تو لئے رقیب سے
ہو تو گیا یہہ حشر آج ہوسکے کو یوں ہوا کہ یوں

جب یہہ کہا کہ کسطرح بیٹھو گے تم ہمارے پاس
تو وہیں غیر کے بیٹھ کے یہہ کہا کہ یوں

غیر کا ہو گیا ہو گیا وصال یہہ بھی خبر ہی پھر کہیں ملا
ہم نے تو یوں سنا ہی آج آپ نے یوں سنا کہ یوں

وہ رہ راہ عشق کو خاک میں ملنے کا طریق
مٹ کے نیاز رہی ہے صاف صورت نقش پا کہ یوں

اُن کے بغیر ائے تم آپ ہی پی ہے ستے کیف
اب یہہ کہو کہ میکش دیتی ہے یوں مزا کہ یوں

ردیف ہا۔ ہوز

جانیکو دل سے کیا نہ گیا اک خوشی کیساتھ
رہنے کو صرف رنج رہا بیکسی کے ساتھ

رہ رہ کے یاد آتا ہے کس بیبسی کے ساتھ
گذرا ہوا زمانہ ہنسی دل لگی کے ساتھ

اللہ رے خوف سبلے جھجک اُن سے بدظنی
وہ خواب میں بھی آئے تو آئے کسی کے ساتھ

تاب نظر کسی کو نہیں ہے کسی طرح
پردہ بھی ہے ترا تیری بے پردگی کے ساتھ

دل ہے وہ غم کدہ کہ خوشی کا تو ذکر کیا
اسمیں الم بھی رہ نہیں سکتا خوشی کے ساتھ

ہمراہ کسطرح میرے ارمان جائیں گے
جاتا نہیں ہے کوئی جہاں سے کسی کے ساتھ

ارمان کو نکلنے کا ارمان ہی رہا
یہہ قید بھی رہا تو رہی بیبسی کے ساتھ

اُن کی حیا سے مجکو بھی آنے لگی حیا
عذر جفا وہ کرتے ہیں شرمندگی کے ساتھ

کچھ بھی نہیں جو ساتھ نہیں آدمی کے دم
سب کچھ ہے سید صدم ہے اگر آدمی کے ساتھ

ردیف ی

تم رہو غم رہے حسرت رہے ارمان رہے
خانۂ دل میں ہمارے کو مہمان رہے

خانۂ دل میں ہمیشہ ترے پیکاں رہے
نہ گئے گھر سے یہ اچھے مرے مہمان رہے

جانکر رنج دئے عمر بھر انجان رہے
دل کا دلے گئے نادان کے نادان رہے

کون کہتا ہے کہ اغیار کے مہمان رہے
آپ گھر میں رہے پر ہم پریشان رہے

اب وہ چاہت نہ رہی اون کی عدو کے دل میں
غیر کے گھر میں کہاں تک کوئی مہمان رہے

ایک تم اور زمانہ ہے تمہارا شیدا
سچ تو یہ بات ہی کس کس کا تمہیں دھیان رہے

اب مجھے ان کی اسیری پہ ترس آتا ہے
کہ نکلتے ہی کے ارمان میں ارمان رہے

اے جنوں سر میں ہے اک پردہ نشیں کا سودا
کیوں نہ پردے میں مرا چاک گریبان رہے

صبح تک شام سے ڈھونڈا تمہیں گھر گھر میں نے
تم خدا جانے کہاں رات کو مہمان رہے

خواب میں آکے کہا ہیں یہ تغافل کیسا
ہمیں چاہیئے تو ذرا ہوش میں انسان رہے

جاکے میں اونسے کہوں گا کوئی احوال کہا
سامنے اونکے رہینگے میرے اوسان رہے

ہم تو قائل ہیں تمہارے کہ تم اے سیفؔ
بندۂ عشق بتاں ہو کے مسلمان رہے

دوستوں سے ہے دشمنی تیری
دشمنوں سے ہے دوستی تیری

دشمن جان ہے دل لگی تیری
جان لیتی ہے دوستی تیری

ہے میری چھیڑ دل لگی تیری
ہے میری نا خوشی خوشی تیری

تونے کیا کچھ نہیں کہا مجھکو
میں نے کیا کچھ نہیں سنی تیری

اسی چکر میں رات دن ہوں میں
پاؤں میرے ہیں اور گلی تیری

میری آزردگی ہے کھیل تیرا
میرا رونا ہے اک ہنسی تیری

مہرباں ہو تو یہ کرم تیرا
ہو جو ناخوش تو یہ خوشی تیری

تو نے کس روز چاہ کی میری
میں نے کس دن نہ چاہ کی تیری

سیف کی خاک اڑ کے مائیں سگے
ایک آندھی ہے دوستی تیری

شوخی ہے حیا ہے نازکی ہے
کس چیز کی آپ میں کمی ہے

دنیا میں جو چیز عاشقی ہے
اِس حال کا نام بے بسی ہے

برتاؤ ہیں سارے دشمنی کے
یہ آپ کی اچھی دوستی ہے

کیونکر نہو کوئی دل قائل
کچھ بات ہی ایسی ہو گئی ہے

کہتے ہیں سوالِ وصل پر وہ
جو بات ہے تیری بے تکی ہے

کیونکر نہ کہوں غمِ جدائی
اظہار بیانِ واقعی ہے

تو آؤ گلے سے مل بھی جاؤ
آپس میں لڑائی کاہے کی ہے

دشمن سے مجھے نہیں محبت
یہ آپ نے ایک ہی کہی ہے

قائل ہوں عدو کی کجروی کا
اصلاح ترے مزاج کی ہے

اے دل وہ نظر نہیں ملاتے
اور تجکو وصال کی پڑی ہے

دشمن کو آپ نے کہا کیوں
ہر آدمی ایک آدمی ہے

کیونکر نہو اعتبار اس کا
کیا موت بھی کوئی زندگی ہے

جس روز کہ تیرا غم ہوا ہے
اُس روز مجھے خوشی ہوئی ہے

اغیار سے میل جو کب تک
یہ چار ہی دن کی چاندنی ہے

کس روز وہ مجھ سے خوش ہوئے ہیں
کس روز میری خوشی ہوئی ہے

احباب میں جاکے کیوں نہ بیٹھیں
دو چار گھڑی دل لگی ہے

وہ میری نظر سمجھ گئے ہیں
اب اُن کی نگاہ دیکھنی ہے

ہے فرق عدو میں اور مجھ میں — ویسے تو ہر ایک آدمی ہے
بولے نہ ابھی سے پاؤں پھیلاؤ — سونے کو تو رات بھر پڑی ہے
ہے چھیڑ بھی اُن کی شرم کے ساتھ — شوخی میں حیا چھپی ہوئی ہے
اغیار سے بدگمان ہوں میں — کیا آپ سے کوئی بدظنی ہے
تم بھی کہیں دل سے جھک گئے ہو — بندے کی بھی اب سے بندگی ہے
اب اون کی ہماری رسم اُلفت — دن دونی ہے رات چوگنی ہے
اغیار سے چھُپ کے مل لئے ہو — یہ بات تو سب میں ہو گئی ہے
کس طرح اسے چھپا سکوں میں — اُلفت بھی کسی سے چھُپ سکی ہے
کیا جانے ۔ بھلا عدو ہوس کار — کیا چیز مذاق عاشقی ہے
اب وصل میں بھی خدا ہی جانے — گھبرانے کی بات کونسی ہے
کیوں تم سے عدو نباہ کرتا — تم نے بھی وفا کسی سے کی ہے
وہ چپ ہیں شکایتوں کو سُنکر — باتوں کا جواب خامشی ہے

دشوار ہی کوئی رنگ کیا ہو
سیفؔ لیئے تو گھر کی شاعری ہے

غیر نے کس لئے رسائی کی — تجھ سے اور آشنائی کی
غیر سے اور تیری شکایت ہو — اور پھر وہ بھی بیوفائی کی
ہائے اُلفت بھی کیا بُری شے ہے — آس ملتی نہیں رسائی کی
تم سے جب کچھ اُمید ہی نہ رہی — کیا ضرورت ہے پھر صفائی کی
باتوں باتوں میں کیوں بگڑتے ہو — بات بھی ہو کوئی لڑائی کی
دل ہے اتنا وفا سے کیوں بیزار — ایسی کیا اوس نے بیوفائی کی
جس قدر ہو بیان تھوڑا ہے — حد نہیں شانِ کبریائی کی

سیدھا رستہ بتا دیا سب کو | آپ نے کیسی رہنمائی کی
آزمایش کہیں تھو اپنی | اوس نے کیوں غیر کی برائی کی

کچھ وہی سے وفا ہوئے ثابت
سیف کیا تم نے بے وفائی کی

لڑائی آنکھ کس نا آشنا سے | کہ خود قائل ہوں دل میں مدعا سے
وہ کرتے ہیں تبسم اس ادا سے | کہ شوخی ٹپکی پڑتی ہے حیا سے
ہے محفوظ رکھا ہر بلا سے | بہت خوش ہوں دل مشکل آشنا سے
عدو اون سے وفا کرنے لگا | حیا آنے لگی مجھ کو وفا سے
عدو سے آنکھ اون کی جھینپتی ہے | مجھے آتی ہے غیرت اس حیا سے
کہیں آئے نہ کوتاہی وفا میں | میں یوں بچتا ہوں غیروں کی ہوا سے
عدو اس کو برا سمجھے تو سمجھے | ہمیں تو کام ہے تیری رضا سے
ہے شاید یہ کمال ناامیدی | کہ امید ٹھکتی تیری جفا سے
مزہ آنے لگا اب التجا میں | وہ شرمانے لگے ہیں التجا سے
کوئی کانٹا ہو اس میں الٰہی | کھٹکتا ہے جو دل اونکی وفا سے
اب کیا پوچھتے ہو حال میرا | مزے میں ہوں رقیبوں کی دعا سے
وفاداری کا دعوے اور اوسکو | چلیے مطلب ہو لینے مدعا سے
عدو کے ساتھ آخر کیا کرو گے | نہیں نفرت ہے کیوں اپنی وفا سے
کمال ناامیدی چارہ گر ہے | کہ چھوٹے درد رنج مدعا سے

گئے ہیں وہ کہاں اسوقت ای سیف
چلو پوچھو تو اون کے نقش پا سے

یہہ مانا وہ بہت کچھ مہرباں ہے | مگر وہ بات اگلی سی کہاں ہے

چھپائیں گے وہ کس صورت سے اسکو ندامت بھی کوئی راز نہاں ہے
جفا سے سلسلہ ہے دوستی کا وہ کیا نامہرباں ہے مہرباں ہے
یہ میری ضد سے تم مل جل رہے ہو تمہیں دشمن سے الفت ہی کہاں ہے
ستاتا ہے وہی آزار بنکر جو ظالم باعث آرام جاں ہے
عدو کے سامنے دیکھیں گے اُن کو محبت کی نظر چھپتی کہاں ہے
بلا ہے غیر کے دہوکے ہیں کوئی مری قسمت نصیب دشمناں ہے
ہمیں سے پھر نہیں ملنا پڑیگا فقط دو دن کو دشمن مہرباں ہے
اسے کہتے ہیں مجبوری کا عالم تماشا ہے کہ دشمن رازداں ہے
یہ مانا غیر ہے ملنے کے قابل مگر وہ آپ کے قابل کہاں ہے
اُٹھائیگی اوسے کیا بے حجابی جو پردا ان کے مرے درمیاں ہے
رقابت جان ہے الفت کی ورنہ محبت میں مزہ اتنا کہاں ہے

مجھے اے سیف شک سا ہو گیا ہے
عدو کیوں آج اتنا شادماں ہے

کیا کہا یہ کہ جو مضطر ہیں وہ مائل نہ رہے کیا جو مضطر ہیں وہ عشاق میں داخل نہ رہے
مردہ دل وہ ہیں جو زندوں ہی میں داخل نہ رہے اب یہ مشکل ہے کہ مرنے کے بھی قابل نہ رہے
آپ شکوہ نکریں مجھ سے مری وحشت کا کیا کرے آدمی قابو میں اگر دل نہ رہے
فرق اس بات سے آتا ہے وفاداری میں ہم یہ کس منہ سے کہیں جو کسی قابل نہ رہے
اُن کو یہ شرم کہ منہ ہی نہ دکھاؤں شب وصل مجکو یہ شوق کہ پردہ کوئی حائل نہ رہے
ہوشیار اس سے سوا اور کوئی کیا ہوگا کہ کبھی اپنے تغافل سے وہ غافل نہ رہے
خواب میں بھی اونہیں دیکھا تو کشیدہ دیکھا خواب میں بھی مری جانب سے وہ غافل نہ رہے
کل تلک آنکھوں پہ بٹھاتا تھا زمانہ جن کو آج وہ پاس بٹھانے کے بھی قابل نہ رہے

تیرے برتاؤ ہی اگلے سے نہیں دیکھتے ہم
پہلے قائل تھے مگر اب تیرے قائل نہ رہے

جب یہ ارمان تھا کہ ارماں میں ہو دل ہر دم
اب یہ حسرت ہے کہ حسرت میں کبھی دل نہ رہے

ہے ادا کا یہ تقاضہ کہ رہیں سب بسمل
اور نگہ کہتی ہے زندہ کوئی بسمل نہ رہے

عذر لاکھوں ہیں مری جان بہانے صدہا
آج خلوت میں تو للہ تحمل نہ رہے

کچھ سمجھتے نہیں تم سیفؔ کو مشکل یہ ہے
کچھ بھی تم سمجھو تو مشکل کوئی مشکل نہ رہے

تجھے اغیار کو بھی یار بنا رکھا ہے
تیرے ملنے کے لئے سب کو ملا رکھا ہے

وصل میں مفت کے جھگڑے کو بڑھا رکھا ہے
چھوڑ دو ان باتوں کو ان باتوں میں کیا رکھا ہے

آج ہو عہد وفا وعدہ فردا کیسا
آج ہے کل نہیں انسان میں کیا رکھا ہے

جھوٹ کہتا ہوں ذرا بھی تو زباں جل جائے
میں نے کس دن یہ کہا تم نے جلا رکھا ہے

میرے دل سے کوئی پوچھے تیری چاہت کا مزا
کون کہتا ہے تیری چاہ میں کیا رکھا ہے

یاس کمبخت تو جینے نہیں دیتی اب تک
تیری امید نے دم دیکے جلا رکھا ہے

کیا کریں بات کہ کچھ بات نہیں بن پڑتی
کیا کہیں حال کہ سب حال سنا رکھا ہے

ہم نے ترکیب جو رکھی ہے نئی رکھی ہے
تم نے انداز جو رکھا ہے نیا رکھا ہے

یاس کے حرف تو کچھ صاف لکھے ہیں خط میں
حرف امید کو ظالم نے مٹا رکھا ہے

ہے یہی شرم تو کیا شرم رہے گی اپنی
آپ نے نام تغافل کا حیا رکھا ہے

کیا قیامت ہے کہ دل تھامے جہاں پھرتا ہے
اٹھتے جوبن نے تیرے حشر اٹھا رکھا ہے

تو تو کیا پاؤں بھی ٹکتا نہیں رہتا تیرا
تیری شوخی نے تجھے ناچ نچا رکھا ہے

آپ بلوائیں تو پوچھیں لو سبھی حال دل کا
آپ نے سیفؔ کو کس غم میں پھنسا رکھا ہے

اون کو مد نظر ہوا کیا ہے
دیکھنا یہ ہے دیکھنا کیا ہے

کچھ نہ پوچھو کہ ماجرا کیا ہے
کیا بتائیں کہ دل میں کیا کیا ہے

تم نے اک دن بھی یہ نہیں پوچھا
چاہنے والے چاہتا کیا ہے

کیوں نہ جائیں جہانِ فانی سے
کیوں رہیں ہم یہاں دھرا کیا ہے

جانے کیا کیا دکھائیگی تقدیر
جانے تقدیر میں لکھا کیا ہے

التجائیں کریں تو کہتے ہیں
اس خوشامد سے مدعا کیا ہے

آج وہ پوچھنے کو آئے ہیں
اب طبیعت کا پوچھنا کیا ہے

آپ ہی آپ دل پہ قدرت ہے
خیر تو ہے معاملہ کیا ہے

آپ اب کیا کریں گے حضرت سیفؔ
عمر بھر آپ نے کیا کیا ہے

یہ غلط تجھ سے جدا اور تیرا دیوانہ رہے
ہو نہیں سکتا کبھی بے شمع پروانہ رہے

عمر بھر ملت رہی برتاؤ بیگانہ رہے
مثلِ سایہ ساتھ رہ کر بھی جداگانہ رہے

لاؤ میں سلجھاؤں اس تقدیر کے الجھاؤ کو
میں سنواروں زلف میرے ہاتھ میں شانہ رہے

ایسے ملتے ہیں کہ جیسے کوئی اپنا ہی ملے
ایسے رہتے ہیں کہ جیسے کوئی بیگانہ رہے

درد جب دل میں ہو تو لب پہ شکوہ کیوں نہ آئے
کیوں نہ چھلکے کہ جب لبریز پیمانہ رہے

یہ صدائیں آ رہی ہیں منزلِ تسلیم سے
یہ جگہ وہ ہے جہاں ہشیار دیوانہ رہے

ان کو گر چاہو تو رشکِ غیر سے جلتے رہو
چاہتے ہیں آدمی بھی شکلِ پروانہ رہے

اپنی آنکھوں میں رہا کرتی ہے شکلِ میکدہ
دیکھنے کی بات ہے ساغر میں میخانہ رہے

محفلِ اغیار میں یہ دیکھنے کی بات ہے
میں رہوں محجوب اور تو بے حجابانہ رہے

مدعی سے تو ترے برتاؤ بھی صاف رہیں
اور ہم سے گفتگو بھی مدعیانہ رہے

سن سنا کر دردِ دل کہتے ہیں بس انداز سے
یہ کہانی ہو چکی اب اور افسانہ رہے

کیا کہیں ایسے کو جو اچھے کو بھی سمجھے برا
کیا کریں ایسے کا جو اپنے سے بیگانہ رہے

جو نہ ہے بے پردہ اُس سے ہو سکے کیونکر حجاب ‏ جو رہے پردے میں وہ کیا بے حجاب رہے

حق تو یوں ہے سیف رحمت کا تقاضا ہے یہی
خلق پر سایہ فگن ابر کریمانہ رہے

غم میں بھی تیری پردہ داری کی ‏ گھر میں چھپ چھپ کے آہ و زاری کی
ہوئے دیوانے ہوشیاری کی ‏ ورنہ طاقت تھی رازداری کی
کیا نظر میں رکھی ہے باریکی ‏ دیکھنا سیف شان باری کی
وائے حسرت وہ نا اُمید رہے ‏ جس نے برسوں اُمیدواری کی
ہو گیا رام تجھ سا کافر کیش ‏ شان دیکھی جناب باری کی
غیر سے مل کے وہ بھی نادم ہیں ‏ رہ گئی شرم شرمساری کی
دیکھنے آئیں آپ کے دشمن ‏ حالت اور وہ بھی بے قراری کی
ہیں یہ کس بے وفا پہ دل آیا ‏ ہیں یہ کس کی اُمیدواری کی
تم ہو میرے غمگسار سبے ‏ تم کرو میری غمگساری کی
دل میں کب تک رہو گے ارمانو ‏ نکلو اس گھر سے ہٹ تمہاری کی
جور کا نام لطف رکھا ہے ‏ ہو گئی حد ستم شعاری کی
عالم بیخودی وہ عالم ہے ‏ روشنی ہے جہاں نہ تاری کی
خاک میں بھی ملا کے قدر نہ کی ‏ دھول کر دی وفا شعاری کی
خواب میں بھی عدو کے ساتھ آئے ‏ ہوشیاری سی ہوشیاری کی
دیکھنا شان مغفرت کی حیا ‏ شرم رکھ لی گنہگاری کی
عجز مقبول بے نیاز ہوا ‏ واہ رے شان انکساری کی
پھر حقیقت کسی پہ کھل نہ سکی ‏ بے خودی خوب پردہ داری کی
ان کی طبیعت میں بن گئی شوخی ‏ اُف رے تاثیر بے قراری کی

انکے آنسو نکل پڑے لے سیف
ایسی تیسی اس اشک باری کی

فقط اک آرزو نے کیا ہمیں مشکل میں رکھا ہی
تیری شوخی نے ہر پہلو سے مشکل میں رکھا ہی
بشر کے دل کا آئینہ بشرہ ہی کی تو صورت ہے
جو کہتے تھے کہ ہم ہرگز کسی چارہ نہیں سکتے
وہ کوئی اور ہوگا جس کے دل میں اور کچھ ہوگا
ہمیں تو یہی ارمان کہ ہم رکھیں تمہیں دلمیں
عدو کا رشک الفت آپکی صدمہ جدائی کا
حقیقت میں ہماری جان کے دشمن ہیں نکلے
تیرے ہوتے تیرا ارمان دل میں کس طرح رکھتے
زباں پر دردِ دل کس منہ سے لاؤں بات جاتی
کبھی وہ بھول کر بھی ذکرِ دشمن اب نہیں کرتے
کبھی یہ تنہا زباں پروا کیا بے مثل ہی دلمیں
تمہارے واسطے سی کیا بری شے کیسے گھر میں ہے
نہیں جب واسطے پھر کیوں رکھا ہی دلمیں دشمن کو
بھلا میں آپ تیرا درد اپنے دل میں کیوں رکھتا
تمہارے دل میں پھر یہ تمہارا دل دکھا دیتا
محبت کی نگاہوں سے تجھے دیکھا ہے ظالم نے
یہہ کیا گھبرا کے نکلے مجمع ارمان حسرت سے
خدا جانے پھر اسکی دشمنی میں کیا ستم ہوگا

بہت سی ایسی باتیں ہیں کہ جنکو دلمیں رکھا ہے
تجھے کیا چٹکیاں لینے کو بیٹھے دلمیں رکھا ہے
عیاں چہرے سے ہی جو رنج تم نے دلمیں رکھا ہے
ہمارا دل تو دیکھو ہم نے انکو دلمیں رکھا ہے
سوا تیرے میں پہچان کیا ہماری دلمیں رکھا ہے
ترے ہے نقد جاں اسکی جسکو تم نے دلمیں رکھا ہے
بھلا کہئے ہمارا کیا ہمارے دل میں رکھا ہے
کہ اپنے جان کے دشمن کو تمھے دل میں رکھا ہے
کہ جو رکھنے کے قابل تھا اسکو دلمیں رکھا ہے
میرا دل دیکھنے کو درد اس نے دلمیں رکھا ہے
ہے کچھ تو بات جسکو یوں چھپا کر دلمیں رکھا ہے
مگر اب یہ ہی لب ہائے کسکو دل میں رکھا ہے
تمہاری جیسے سو رشکِ عدو کو دل میں رکھا ہے
کسی نے بے تعلق ہی کسکو دل میں رکھا ہے
یہ تو نے دلمیں رکھا ہی کہ میں نے دلمیں رکھا ہے
یہ تم ہی تو درد الفت ہم نے اپنے دلمیں رکھا ہے
میرا دل کس طرح سے غیر کی محفل میں رکھا ہے
تمہاری یاد کو ہم نے بڑی محفل میں رکھا ہے
کہ جسکی دوستی نے عمر بھر مشکل میں رکھا ہے

عدو کو شاد رکھا ہو مجھے باور نہیں ہوتا
کہ مجھ جیسے کو تم نے عمر بھر مشکل میں رکھا ہے

اونھیں الزام دیں کس بات کا اونکی خطا کیا ہیں
ہماری ہی محبت نے ہمیں مشکل میں رکھا ہے

تصور ہی سے ہم جا پہنچے اوس تک کچھ نہیں پروا
رستے طے کرکے اپنی راہ کیا منزل میں رکھا ہے

مددگار وقت ہولے رہنمائے منزل مقصد
مری گم گشتگی نے تو مجھے منزل میں رکھا ہے

نہیں اب تو یہ رہتے رہتے درد بنجائے
نہ رکھو دل میں ارمان سیف کسکو طلب میں رکھا ہے

مہربانی اون کی عادت ہو گئی
اب وفا کرنی مصیبت ہو گئی

منفعل ہوں میں وفاؤں سے میری
جب سے اون کو ندامت ہو گئی

تجھ پہ بھی کیا میرا سایہ پڑ گیا
کیوں تجھے دشمن سے نفرت ہو گئی

ملتے جلتے سے تعلق ہو گیا
اور تعلق سے محبت ہو گئی

ہم تو الفت ہی میں ہیں جینے سے تنگ
کیا کریں گے گر عداوت ہو گئی

اور امیدیں بڑھ گئیں انکار سے
دیر سے سمجھے قطع الفت ہو گئی

شکووں ہی شکووں میں قصہ بڑھ گیا
باتوں ہی باتوں میں حجت ہو گئی

آج بھولے سے کدہر تم آ گئے
آج یہ کیسی عنایت ہو گئی

ہجر کا دن کیا ہے اک اندھیر ہے
رات ان کی ایک حالت ہو گئی

ذکر دشمن سے وہ کیا نادم ہوئے
خود مجھے اولٹی ندامت ہو گئی

اوٹھ سکوں کسطرح اون کی بزم سے
بار مجھ پر میری خفت ہو گئی

ہر جگہ ہر شکل لاثانی ہوئی
بزم کثرت میں بھی وحدت ہو گئی

بات ہلکی بھی گراں ہونے لگی
اسقدر نازک طبیعت ہو گئی

ہم گنہگاروں کی حالت دیکھ کر
بس یہ حضرت کی شفاعت ہو گئی

اوس نے کچھ اسطرح سے دیکھا کہ
دیکھنے والوں کو حیرت ہو گئی

جانے کیا سمجھے اٹھے تنہا کلو ہیں — اون کی باتیں سن کے حیرت ہوگئی
ایسی عبادت بھی تو ہونی چاہیئے — کیا ہوا اگر اچھی صورت ہوگئی
کیوں بگڑتے ہو میرے تسلیم سے — بندگی بندے کی عادت ہوگئی
آج کیونکر خواب میں وہ آگئے — کس طرح غیروں سے فرصت ہوگئی

دل کی حالت کہہ کے پچھتاتا ہوں سیف
چوک مجھ سے در حقیقت ہو گئی

سمجھا ہے تیرے لطف نے کیا جانے کیا مجھے — دھوکے ہیں ڈالتی ہے یہ تیری وفا مجھے
الزام آگیا دل ناکام صبر پر — مانا ذلیل کرکے مرا مدعا مجھے
تیرے ہی منہ سے اسکی بھی تسلی بری تھی — ورنہ عدو کا منہ تھا جو کہتا برا مجھے
اسکا بھی حال تیری محبت میں غیر ہے — دل سے بھی راز عشق چھپانا پڑا مجھے
مل کر سزا رہی تیری چاہت میں موت کی — کھو کر رہا جہاں سے دل مبتلا مجھے
ربط رقیب باعث رسوائی بھی تھے — مجبور ہوکے آپ سے کہنا پڑا مجھے
کچھ اس طرح پڑا ہوں گلی میں تیری کہ اب — حسرت سے دیکھتا ہے ہر آیا گیا مجھے
دشمن کہاں اور آپ کا ملنا کہاں مگر — دیکھتا ہے بدگمان دل شک آشنا مجھے
اے دل یہ خوف ہے کہ وہ سنکر بگڑ نہ جائیں — نادم کرے کہیں نہ میری التجا مجھے
روتا ہے غیر بھی تو پھر آتا ہے جی بھرا — دل بھی ملا ازل میں تو درد آشنا مجھے

اے سیف کیوں کلام میں دقت ہو مجھ سے
مضمون نئے سجھاتی ہے طبع رسا مجھے

ایسے ظالم کو دل دیا ہم نے — کچھ نہ سوچا برا بھلا ہم نے
عمر بھر تم نے بے وفائی کی — نہ کہا پھر بھی بے وفا ہم نے
وہ کسی سے بھی اٹھ نہیں سکتی — جو اٹھائی تیری جفا ہم نے

اب تو جو کچھ ہوا ہوا ہم سے — اب تو جو کچھ کیا کیا ہم نے
مدعا کہہ کے سخت نادم ہیں — کیا کہیں اون سے جو سنا ہم نے
ہائے اچھی کا اعتبار کیا — ہائے اچھے کو دل دیا ہم نے
بے خودی میں کہا ہے حال اُنسے — کس سے پوچھیں کہ کیا کہا ہم نے
تم سے ٹوٹا یہ عہد یا ہم سے — تم نے کی بے وفائی یا ہم نے
کیا کہیں جو اُٹھائے ہیں صدمے — جانکر اون کو باوفا ہم نے

دیکے دل اون سے غم لیا اے سیف
ہائے کیا دے کے کیا لیا ہم نے

دردِ زباں رہے گی جو تیری گفتگو ہے — نکلے گی دل سے کیونکر جو تیری آرزو ہے
جو اس نباہ پر بھی نادم رہوں وہ میں ہوں — جو ملکے غیر سے بھی نادم نہ ہو وہ تو ہے
مشکل جہاں رسائی اوس جا لگاؤ دل کا — دشوار جس کا ملنا اُس بت کی آرزو ہے
میں جانتا ہوں تم کو تم جس مزاج کے ہو — اغیار سے لڑائی بس میرے روبرو ہے
قربان دل ہو تم پر جان ہو نثار تم پر — یہ جان کی تمنا و دل کی آرزو ہے
ہر شے میں تیرا جلوہ ہر جا ظہور تیرا — ہو آنکھ دیکھنے کو ہر شے میں تو ہی تو ہے
کچھ بھی نہیں وہ جسکو تیری نہیں تجسس — سب کچھ ہے وہ کہ جسکو اک تیری جستجو ہے
کیا خوب بات ہے یہ کیوں چاہوں میں تو میں — ہاں دوست آپکا ہے میرا تو وہ عدو ہے
راضی نہیں ہے کوئی ناراض ہے اگر تو — ۴ — ہے مہرباں دنیا گر مہرباں تو ہے

ہے شکر سیف یہ تو اون کی زباں سے نکلا
تجھ میں وفا نہیں ہے لیکن وفا کی بو ہے

غصہ ہے کبھی میل کبھی بد نظر ہے — اُمید غضب میں ہے اِدھر ہے نہ اُدھر ہے
ہے مطمئن اغیار وہ بے خوف و خطر ہے — تاثیر فغاں ہے نہ شیون میں اثر ہے

لیتے ہو مٹا نیکو تو ہم دکھ دینگے
یہ ہنے کو ہو درکار تو موجود یہ گھر ہے

کیسی مصیبت ہی یہ اندھیر ہے کیسا
ای شام غم ہی کہیں تیری بھی سحر ہے

کیا غیر ہستی جو تیرے ناز اٹھائے
میرا ہی کلیجہ ہی یہ میرا ہی جگر ہے

کیوں کھیچ رہا ہے مجھے مٹی میں ملا کر
پھر کیہ تو سہی اب تجھے کیا مد نظر ہے

کچھ بھی نہیں وہ جسکو خبر کچھ بھی نہیں تیری
سب کچھ ہے وہی ایک جسے تیری خبر ہے

اک میں ہوں کہ رکھتا ہوں تجھے اپنی نظر میں
اک تو ہے کہ ظالم تیری دشمن پہ نظر ہے

الزام مجھے اور کی الفت کا نہ دینا
اپنی تو خبر تو نہیں اپنی ہی خبر ہے

یہ روح تو کیا درد بھی بیچین ہی اس سے
شاید میرا دل ہی کسی کافر کی نظر ہے

پردہ بھی اوٹھا دوگے تو پردہ ہی رہیگا
ہم دیکھنے والوں میں کسے تاب نظر ہے

بخشش تیری ہو جائے گی ای روسیہ نہ گھبرا
تو کس کی ہے امت میں تیرا دھیان کدھر ہے

نہ کیونکر آئے بھلا لطف لالہ زار سے مجھے
دکھا رہے ہیں میرے داغ دل بہار سے مجھے

غضب کا اوج دکھایا یہ خاکساری نے
کہ اک فلک نظر آیا میرا غبار سے مجھے

گئے وہ اور ادھر ہاتھ سے قرار گیا
وہ آئے اور ادھر آگیا قرار سے مجھے

تو خود دیکھے تو رکھے مضطرب مجھے لیکن
تیری امید بھی رکھتی ہے بیقرار سے مجھے

خدا کی شان کہ وہ اور دیکھنے آئیں
اب اپنے حال پہ آنے لگا ہے پیار سے مجھے

ان ہی کے دم سے ہی کچھ سلسلہ محبت کا
تیری جفاؤں پہ کیونکر نہ آئے پیار سے مجھے

یہ ہی ہیں پیار کے معنی یہ ہی ہے پاس وفا
اوتار اول سے بنا کر گلے کا ہار سے مجھے

پڑا ہے مال پہ یوں دیدہ لال کیا کہنا
خدا کی شان میرا دل ملے ادھار سے مجھے

یہ تم نے آہ تو دیا کہہ جو تجھ کو کہنا ہو
کہو گا کچھ تو سنا دو گے دو ہزار سے مجھے

مرا قصور ذریعہ بنا ہے رحمت کا
کیا خطا نے کرم کا امیدوار سے مجھے

کبھی تو آئیگا تو بھی ہیں یاد بت خود سر
کسی کی یاد میں بے چین عمر بھر رکھا
تمہارے دیکھنے والے پہ پیار آتا ہے

کبھی تو ہوگا تیرے دل پہ اختیار سے مجھے
جو دل ملا بھی ازل سے تو بیقرار سے مجھے
تمہاری شکل پہ کیونکر نہ آئے پیار سے مجھے

میری وفا سے تو وہ بدگمان ہیں اے سیف
وفائیں غیر سے لینی پڑیں ادھار سے مجھے

نظر بھی دل کی صورت کب کسی مائل سے ملتی ہے
بہم ملنے کیلئے کب اپنے ہر مائل سے ملتی ہے
حقیقت میں مقام عشق ہی سب کچھ نظر آیا
تری حسرت ملنساری ہیں ہمیں بھی ہوا لگی
نگاہوں میں پھر اک انجمن کی تصویر لاتا ہے
رسائی منزل مقصود تک یوں غیر ممکن ہے
تیرا ثانی نظر آتا نہیں کوئی خدائی میں
یقین کیوں نہ ان کو آجاتا ہو سب کے ملنے چلنے کا

طلب جس چیز کی ہوتی ہے وہ مشکل سے ملتی ہے
نظر تیری فقط خالی بھری محفل سے ملتی ہے
خبر ہر ایک منزل کی اسی منزل سے ملتی ہے
کہ سو سو بار آ آ کر ہمارے دل سے ملتی ہے
نرالی چیز دنیا کو تری محفل سے ملتی ہے
یہ دولت سچ تو یوں ہے بڑے کامل سے ملتی ہے
کہوں کیونکہ تیری صورت مہ کامل سے ملتی ہے
وہ کیا جانے کہ دنیا کس غرض کس دل سے ملتی ہے

ادھر نہیں ڈر رہے نہ کوئی مانگ بیٹھے کچھ نہ کچھ مجھ سے
یوں ہی تو سیف گداونکی نظر سائل سے ملتی ہے

تیرا نہ جاننا تو اچنبھا نہیں کوئی
اے دل وفا کہاں ہے وفا کا تو ذکر کیا
لوٹا ادا نے آپ کے لوٹا نہیں نے مجھے
صورت تیری نظر میں کچھ ایسی سما گئی
تیرے فدائی مرنے سے ڈرتے ہیں کیا بھلا
چھوڑ کے دیئے ہوں جسکو نہ شمشیر ابرو نے

تو کیا ہے آجتک تجھے سمجھا نہیں کوئی
پوری سے اب جفا بھی تو کرتا نہیں کوئی
دعوی ہر اک سے آپ پہ دعوی نہیں کوئی
تیرے سوا نگاہ میں جچتا نہیں کوئی
آجائے موت ہو تو کا دھڑکا نہیں کوئی
ایسی ہمارے نہیں تمنا نہیں کوئی

ارمان دل تو تجھ سے بھی ہیں شرمگیں سوا
مارے حیا کے گھر سے نکلتا نہیں کوئی

کس طرح کھول دوں ترے زلفوں کی گرہ کو یار
ریشم کی گانٹھ ہے یہ سمجھتا نہیں کوئی

دم تو اسی کی پیشکے تمنا نکل ہی جائے
لیکن ترے عدو کو تمنا نہیں کوئی

اے دل فضول ہے مری حیرت کا آئینہ
اس آئینہ کا دیکھنے والا نہیں کوئی

ہمدرد دل کہیں بھی کسی ہو تو کیا نہیں
یہ جھکنا ہے بات سمجھتا نہیں کوئی

وہ نقش ہوں جسکو مٹاتا ہے ہر بشر
وہ بوجھ ہوں کہ جسکو اٹھاتا نہیں کوئی

کیونکر وہ آئیں ادھر بلا آئے دیکھنے
حالت مریض غم کی تماشا نہیں کوئی

اب جائے بھی تو جائے کہاں سیفؔ بیکس
جز تیرے در کے اور ٹھکانا نہیں کوئی

کیوں لڑاتے ہو نظر اغیار سے
غیر سے پیش آتے ہو تکرار سے

خلق گھبرا گئی آزار سے
مانگ لے راحت مرے بیمار سے

ہو گئے چھٹ اب تو بد اطوار سے
یار سے اچھے نہ وہ اغیار سے

مہربانی کم نہیں آزار سے
باز آئے ہم تمہارے پیار سے

نام تک لیتے نہیں بیمار کا
اس قدر پرہیز ہے بیمار سے

یہ سر شوریدہ ہے یار خستہ گر
در نظر آنے لگے دیوار سے

رشتۂ غم کوئی شہ رگ تو نہیں
ہجر کی شب کٹ چکی تلوار سے

مجھکو یہ سودا ہوا ہے آج کل
آدمی لا دے کوئی بازار سے

کس طرح اٹھیں نگاہیں حشر میں
سر نہیں اٹھتا خطا کے بار سے

ان کا ملنا تھا کہ بیخود ہو گئے
وصل میں محروم ہیں دیدار سے

وہ یہ سمجھے فیصلہ بھی ہو چکا
اور حسرت بڑھ گئی انکار سے

ایسے دل پر سینکڑوں جانیں نثار
شاد ہو جو لذت آزار سے

کھینچ رہی ہے غیر پر کیوں تیغ تل
سیف کو لڑنا پڑا تلوا سے

کیا غضب ہوگا قیامت کا سماں
سیف کا دل کانپ اوٹھا آتا ہے

اک ذرا رخ او ہٹا لے رشک مسیحا ہو جائے
کیا برا ہے کوئی بیمار گر اچھا ہو جائے

ہم بھی خالی نہیں محفل ہیں بھری بیٹھے ہیں
پہلے اک بار ذرا غیر کا چرچا ہو جائے

بیخودی اون کے تغافل کا ہے شکوہ بیجا
جب ہمیں اپنے نہیں تن پہ اپنا ہو جائے

خاک میں ہو جسے ملنا وہ ملے ایسوں سے
چاہیے اپنا جو ہونا وہ تمہارا ہو جائے

جب یہ کہتا تھا کہ دشمن رہے ناکام مدام
اب یہ کہتا ہوں کہ دشمن ہی کا چاہا ہو جائے

بات جب ہو کہ وہ خود دیکھنے آئیں مجھکو
لطف جب ہو کہ میرا حال تماشا ہو جائے

کیا کہیں اوس سے کہ خود جانکر انجان بنے
کیا سمجھائیں وہ سنتے ہی الٹا جلتا ہو جائے

کوئی تو ان حسینوں میں ہو مرنے کے لئے
کوئی تو موت کے آنیکا بہانا ہو جائے

درد کا دل ہی میں رہنا ہے مناسب اے سیف
دل سے لب پر اگر آجائے تو نالا ہو جائے

بے مہر تو ذرا بھی اگر مہرباں رہے
آفت میں دل رہے نہ مصیبت میں جان رہے

اوسکی نظر سے دور رہا میں جہاں رہا
میری نظر سے پاس رہے وہ جہاں رہے

حالت ہماری دیکھ کے دیکھو تو آئینہ
اب ہم نہیں رہے تو وہ اب تم کہاں رہے

جب میری جان ہو گئے جدا مجھ سے تم رہو
پھر میری جان جسم میں کس طرح جان رہے

دل بھی ہے اور جگر بھی تیرے درد کیلئے
اب اسکو اختیار ہے چاہے جہاں رہے

تھوڑی سی ہی خوشی نے بہت غم دئے ہمیں
ناخوش بہت رہے جو ذرا شادماں رہے

درد جگر سے رنج سے رشک رقیب سے
مضطر رہے اداس رہے بدگماں رہے

یہ عہد اور تم سے وفا ہو - وفا ہوا
تم اور میرے گھر میں رہو مہماں رہے

جس طرح بدگمان ہے ہماری وفا سے تو
دشمن بھی کاش تجھسے یوں ہی بدگماں رہے

کیونکر ہماری بات کا ہوتا تجھے خیال
ہم ہمسخن رہے نہ ترے ہم زباں رہے

کھویا گیا جہاں سے وہ ناشاد نامراد
دو چار دن وہ جیسے ذرا مہرباں رہے

کھو گئے مٹائے گئے ہم جہاں گئے
اچھے رہے مزے میں رہے تم جہاں رہے

اک وہ کہ جو کبھی کے ٹھکانے پہنچ گئے
اک ہم کہ مثل گرد پس کارواں رہے

خفت ہمیں اوٹھا نہ سکی تیری بزم سے
اگر سبک ہوئے بھی تو بار گراں رہے

شکوہ عدو کے گھر کا نکرنا دگر نہ سیفؔ
کھاؤ گے منہ کی گر یہ کہا جاؤ ہاں رہے

ابھی سے گھٹ گئی وہ چاہ آپکی نہ رہی
یہہ کیا رہے گی پھر آگے کہ جب ابھی نہ رہی

مجھے یہ دھن کہ ابھی ان سے رسم الفت ہے
انہیں یہ دھیان کہ اب اس سے دوستی نہ رہی

مزے شباب کے جاتے رہے شباب کیساتھ
وہ جوش ہی نہ رہا اب وہ بات ہی نہ رہی

جفا بھی دیکھی محبت میں اور وفا بھی کی
کسی طرح سے کسی بات میں کمی نہ رہی

یہہ رسم غیر برائی تھی کوئی راز نہ تھی
ہزار تم نے چھپائی مگر چھپی نہ رہی

ہجوم یاس اگر دل میں تھا تو تھا لیکن
امید تو کسی کو تے ہیں کیوں پڑی نہ رہی

بچی جو تم سے وہ دشمن کو مل گئی راحت
ہمارے واسطے دنیا میں اب خوشی نہ رہی

وہ ایک میں کہ نہ بھولا کبھی تمہاری یاد
وہ ایک تم کہ تمہیں میری یاد بھی نہ رہی

ہزار طرح کے صدمے تھے اک امید کیساتھ
گئی امید تو آفت پھر ایک بھی نہ رہی

ملا یا خاک میں ایسا کہ خاک کر ڈالا
اوڑائی خاک کچھہ ایسی کہ خاک بھی نہ رہی

بتوں سے ظلم کا ہو گا خدا کے ہاں انصاف
بلا سے سیفؔ جو دنیا میں منصفی نہ رہی

دل کی اب روک تھام کون کرے
موت کا انتظام کون کرے

یہ تو رتبہ کلیم ہی کا تھا
تجھ سے اب یوں کلام کون کرے

جان دینے سے عشق میں حاصل
پھیر واے عوام کون کرے

اپنا مطلب ہے اور دنیا ہے
ورنہ دنیا کا کام کون کرے

تم پہ بے موت کیوں مرے کوئی
مفت جینا حرام کون کرے

ان حسینوں پہ کیوں مریں اے سیف
مفت بدنام نام کون کرے

قسمت سے آج وصل کی حسرت نکل گئی
جینے کی شکل ہو گئی حالت سنبھل گئی

کیا جانے کیا فراق دکھاتا مصیبتیں
اچھا ہوا کہ آپ طبیعت سنبھل گئی

اللہ رے رشک دیکھ کے مجھکو وصال میں
پروانہ کی طرح سے وہیں شمع جل گئی

ظاہر کسی پہ ہو نہ سکا ربط بزم میں
ظالم تیری نگاہ بڑی چال چل گئی

بے چین کر رہی تھی بہت دن سے آرزو
اے سیف یہ بھی پھانس کھٹک کر نکل گئی

تمہاری دوستی کی انتہا آخر یہی ہوگی
کہ جس سے دوستی ہوگی وسی ہی دشمنی ہوگی

غلط ہے یہ گمان تیرا کہ چاہت میں کمی ہوگی
تیری بے التفاتی سے تو حسرت اور بھی ہوگی

میری ہٹ یہ کہ دشمن سے صفائی ہو نہیں سکتی
اور انہیں یہ ضد کہ ہوگی در صورت ابھی ہوگی

تمہارے جور کا شکوہ کروں گا حشر میں کیونکر
تمہاری دوستی ہی باعث شرمندگی ہوگی

بھلائی اور ہماری ہو تو ہو انہیں بھی علم ہوگا
برائی اور عدو کی منہ پہ انہیں ہی تو ہوگی

کبھی یہ دھن ہے کہ کچھ شکوہ کریں اون سے قیامت کے
کبھی یہ دھیان ہے آخر کسے شرمندگی ہوگی

سر محفل مجھے یہ دیکھنا ہے غیر سے مل کر
نہ ہونگے مجھ سے وہ بدظن تو ان سے بدظنی ہوگی

تیرے سینچنے کا نقشہ جس سے جو ہوگا نیا ہوگا
تیرے ملنے کی صورت جس سے ہوگی نئی ہوگی

ہوگا کب تک اوسکے دل میں الفت کا اثر ہوگا
نہ ہوگی کیونکر اوس ناآشنا سے دوستی ہوگی

کہاں جاتے ہو خالی چھوڑ کر پہلو کو پہلو سے
بھلا اس سے زیادہ اور کیا پہلو تہی ہوگی

یہ کیا کہتے ہو خالی دل ہے کب قلیں تمنا ہی
نہیں ۔ ہے تو تمنا ۔ درد بنکر رہ گئی ہوگی

تیرے انداز ہم سے چھپ نہیں سکتے چھپانے سے
سمجھ ہی جائینگے ہم جس سے جیسی دوستی ہوگی

تسلی دی مجھے تو اور مری بدگمانی نے
گمان غیر سے ملکر بہت کچھ بدظنی ہوگی

اگر فرقت میں کچھ بھی غیر حالت ہوگئی اپنی
تو اُن کو شستہ دکھائینگی وہ صورت کونسی ہوگی

خدا کے واسطے اے بدگمانی رحم کر مجھ پر
ملوں گا غیر سے گر میں تو اون کو بدظنی ہوگی

اودھر کھنچنے کی صورت میں ادھر ملنے کی چالیں ہیں
یہی حسرت پرانی ہے یہی حسرت نئی ہوگی

تمہیں اتنا تامل کیوں ہے دشمن کی شکایت میں
تمہیں یہ سوچ کر اب بھی کیا مجھکو بدظنی ہوگی

ہم اونکے ساتھ بزم غیر میں کس طرح سے جائیں
وہ شرمائیں گے دشمن سے ہمیں شرمندگی ہوگی

یہی حسرت ہوئی پوری تو ہوگی جوش الفت کا
یہی حسرت مٹی دل سے تو مشکل بے بسی ہوگی

وہ میری چاہ کو اپنے ستم سے کم نہ سمجھیں گے
جو سیفؔ اونکی طبیعت میں ذرا بھی منصفی ہوگی

تیری الفت میں وہ ہوگا کہ جو مرضی تیری ہوگی
نہ مرنیکا الم ہوگا نہ جینے کی خوشی ہوگی

الم کا کیا الم ہوگا خوشی کی کیا خوشی ہوگی
جو دل کچھ بھی ادھر ہوگا تو الفت میں کمی ہوگی

تیرا غم بھی محبت میں خوشی سے کم نہ سمجھیں گے
ہمیں ہر حال میں مد نظر تیری خوشی ہوگی

ہے ان کا تو یہی کہنا کہ ہم طالب سے ملتے ہیں
بس اب ہوگی تو اپنی ہی طلب میں کچھ کمی ہوگی

تمہیں ہی بخل دینے میں کمی ہے لینے والے کی
اوسے اوتنا ملیگا جسکی جتنی بودگی ہوگی

خبر کیا تھی کہ دربدر راہی کا ہونا میرا ہوگا
خبر کیا تھی کہ گھر رسوائی کا ہستی مری ہوگی

جسے دنیا سمجھتے ہیں وہ عالم حشر کا سا ہے
جسے محشر سمجھتے ہیں وہ دنیا دوسری ہوگی

تیری ترکیب میں میری سبب سے فرق کیوں آئے
بہت ہوگا تو یہ ہوگا کہ میری ناخوشی ہوگی

تیرے ملتے ہوئے ہرگز کسی سے مل نہیں سکتا
تیرے ہوتے ہوئے کب مجھ سے حسرت غیر کی ہوگی

نہ اُن کا خاص اک انداز ہے ملنے ملانے کا — اُسی کو ریجھ دینگے جس سے اونکی دوستی ہوگی
مرے گا مرنے والا رشک کس کس شان پر آخر — کسی کی شان جب اسطرح ہر دن نئی ہوگی
مجھے یہ دیکھنا ہے تم کو کیا مرغوب خاطر ہے — ملوں گا اوس سے میں جس سے تمھاری دوستی ہوگی

تمھیں اے سیفؔ ہر دم فکرِ تعلیم و تعلم ہے
یہی حالت رہی تو خاک تم سے شاعری ہوگی

ڈرتے ڈرتے تیرے ملنے کا خیال آتا ہی — ہچکچاتے ہوئے ارمانِ وصال آتا ہے
غش میں بھی وصل کا رہ رہکے خیال آتا ہی — دل میں ارمان جو آتا ہے نڈھال آتا ہے
درد بنکر بتِ بدخو کا خیال آتا ہے — دلکو تھامے ہوئے ارمانِ وصال آتا ہے
وائے غفلت کہ یہہ جب کچھ نہیں کرسکتا — ہائے اوسوقت ہیں انسان کو خیال آتا ہے
ہے لڑکپن ہی قیامت بتِ کافر تیرا — اب خدا خیر کرے چودہواں سال آتا ہے
یاد آجاتے ہیں بھولے ہوئے پیماں اونکے — جب کبھی بھولکے ارمانِ وصال آتا ہے
عیش و عشرت کے فسانوں سے جدا رہتا ہوں — ایسی باتوں سے طبیعت پہ ملال آتا ہے
کسکو دعویٰ ہے یہاں ضبط کا لیکن ظالم — تیری رسوائی کا رہ رہ کے خیال آتا ہے
دل نہ آئے تو نہ آئے کبھی ارمانِ وصال — دل کے آنے ہی سے ارمانِ وصال آتا ہے
منہ چھپائے ہوئے اک پردہ نشیں کی صورت — چھپ کے پردے میں جوانی کے جمال آتا ہے
دم پہ بنتی ہے اگر ضبط سے چپ رہتا ہوں — بات جاتی ہی اگر لب پہ سوال آتا ہے
سب سے ملتی ہے مگر سب سے جدا رہتی ہے — یہہ تیری چشم فسونگر کو کمال آتا ہے
ہجر کمبخت سے جینے کا مزا جاتا ہے — زندگانی کا مزا لیکے وصال آتا ہے
کیسی حسرت سے تیری آتی ہے حسرت دلمیں — کیسے ارمان سے ارمانِ وصال آتا ہے
زندگی ہجر میں کیونکر ہو مرنے کی خوشی — مرنے والوں کے لئے روزِ وصال آتا ہے
مجکو یہ دھن کہ وہ دل لیکے مجھے کچھ دینگے — اونکو یہہ دہیان کہ تو مفت میں مال آتا ہے

بیخودی کا ہو بھلا سب سے فراغت پائی
اب خوشی آئی ہے دل میں ملال آتا ہے

ٹوٹ جاتا ہے کسی کی نگہ قہر سے دل
دیکھنے سے بھی اس آئینے میں بال آتا ہے

ایک مدت سے گئی بھی تیرے ملنے کی امید
اب کس امید پہ ارمانِ وصال آتا ہے

جب وہ جاتا ہے نیا جین کوئی دیجاتا ہے
جب وہ آتا ہے نئی فتنے کو چال آتا ہے

دیکھنا چاہ کی گھل مل گئی رنگت کیسی
اون کے منہ کا مرے پانو تمیں دلگا آتا ہے

وائے حسرت کہ میں ارمان میں ہنتا ہوں ادبر
غیر جا کر مرے ارمان نکال آتا ہے

مرگ دشمن نے مصیبت میں اونھیں ڈالدیا
ایسے لوگوں کو یہہ بھی دنیا میں ملال آتا ہے

عرض وصلت پہ وہ کیا کہتے ہیں لو اور سنو
کیا اسی شکل پہ ارمانِ وصال آتا ہے

شاعری آئے گی اے سیف پر آتے آتے
آخری وقت میں انسان کو کمال آتا ہے

غصے میں بھرا ہوا ہے کوئی
ان بن پہ تلا ہوا ہے کوئی

ہر شے میں چھپا ہوا ہے کوئی
ہر شے سے کھلا ہوا ہے کوئی

اللہ رے حوصلہ کسی کا
مٹنے پہ مٹا ہوا ہے کوئی

یہہ ضد کے سبب سے روٹھنا ہے
منے کو منا ہوا ہے کوئی

لکھا ہے کہیں نہیں کہیں ہاں
حرفوں کا بنا ہوا ہے کوئی

کس طرح عدد کی شکل دیکھوں
نظروں میں چھپا ہوا ہے کوئی

خاموشی کا حسن کیا بیاں ہو
تصویر بنا ہوا ہے کوئی

تھی یوں بھی ہماری خاک اوڑائی
آتے ہی ہوا ہوا ہے کوئی

کہدو کہ حواس اب نہ آئیں
اس وقت گیا ہوا ہے کوئی

پردا بنا بچائے راقم
نامے میں لکھا ہوا ہے کوئی

ہے قابل دید قدِ موزوں
نظروں میں تلا ہوا ہے کوئی

کھویا ہے کسی کو آئینے نے
خود محو ادا ہوا ہے کوئی

یکتائی بتوں میں آئے کیونکر
بندہ بھی خدا ہوا ہے کوئی

ڈھلنے کے لئے شباب آیا
گھٹنے کو بڑھا ہوا ہے کوئی

ملتا ہے نظر کی طرح سب سے
کیا صاف بچا ہوا ہے کوئی

وعدہ کبھی تجھ سے بے وفا کا
ہوگا نہ وفا ہوا ہے کوئی

اب جائے گی جان خیال بنکر
دم بن کے خفا ہوا ہے کوئی

پھر زیست سے میں خفا ہوا ہوں
پھر مجھ سے خفا ہوا ہے کوئی

صحت سے میرا مرض ہے اچھا
مصروف دوا ہوا ہے کوئی

آرام کسی کے دل کا ہو کر
آزار بنا ہوا ہے کوئی

یاروں کو سمجھ رہا ہے اغیار
اچھوں سے بُرا ہوا ہے کوئی

اللہ رے شرم اُف رے شوخی
محفل میں چھپا ہوا ہے کوئی

کیوں جلنے سے ہو کشیدہ خاطر
کیا سیفؔ کھنچا ہوا ہے کوئی

نہیں کیا تیری پناہ سے دل شرمسار ہے
تیری وفا کے سامنے مرنا بھی عار ہے

قربان اس سمجھ کے عجب پختہ کار ہے
مجھ سے سوا عدو کا تمہیں اعتبار ہے

اپنی غرض نے غیر کو دیوانہ کر دیا
دیوانہ وہ نہیں ہے بڑا ہوشیار ہے

کہتے ہیں ہم تو مل نہیں سکتے کسی طرح
اُمید تو رکھی تو تجھے اختیار ہے

مانا کہ ترک ربطِ عدو ایک جبر ہے
انسان کو جبر بھی بڑا اختیار ہے

تم نے جفا بھی کی ہے کبھی اُس سے آج تک
دشمن کا اعتبار بھی کچھ اعتبار ہے

خمسہ بر غزل جناب قبلہ کیف صاحب

کوئی بے مکر ڈہل نہیں سکتا — کوئی بے جل پگھل نہیں سکتا
آج کل سچ سے پھل نہیں سکتا — سچ سے مطلب نکل نہیں سکتا
کام بے چال چل نہیں سکتا

قول کا ہیں تو ضد کے وہ پورے — اُن سے ہاروں گا میں نہ وہ مجھ سے
کوئی اپنے کئے کو کیوں نہ بھرے — وہ بھی دشمن سے پھر نہیں سکتے
میں بھی اُن سے بدل نہیں سکتا

چیز ٹلنے کی ہو تو ٹال بھی دوں — نہ مروں گا یہ کس طرح سمجھوں
گر ہوئی قضا تو آتا کیوں — کوئے قاتل میں آپ آیا ہوں
موت کا وقت ٹل نہیں سکتا

کوئی چلنے کا کام ہو تو چلے — کیوں نہ ہر دم حریص ہاتھ ملے
آدمی غم کو مفت مول نہ لے — بلہوس کیا ہوس سے خاک پھلے
پھول کاغذ کا پھل نہیں سکتا

اچھے انسان کی ہوئی چاہت — سنگدل بدمزاج بدخصلت
ہائے سب رائگاں گئی محنت — نہ پسیجا وہ بت کسی صورت
سچ ہے پتھر پگھل نہیں سکتا

غیر اور تم سے اس طرح ملتے — توبہ توبہ وہ چیز ہی کیا تھے
یہ ہمیں مصلحت سے باز رہے — خود نہ توڑا انہیں رقیبوں سے
ورنہ کیا جوڑ نہیں سکتا

اسکی سختی غضب کا پتھر ہے — کاٹنا یہ پہاڑ دوبھر ہے

یہ بلا ہر بلا سے بڑھ کر ہے
روز فرقت ہی روز محشر ہے
یہ وہ دن ہے جو ڈھل نہیں سکتا

کیا بری طرح آزماتے ہو
دھوتی انسان کو نیاتے ہو
خاک بھی تم کہاں اڑاتے ہو
تم تو اس آگ سے جلاتے ہو
جس سے جل کر بھی جل نہیں سکتا

اس کے سارے فضول ہیں چکر
لاکھ کوشش کرے یہ شام و سحر
میٹ سکتا نہیں ترا جوہر
چرخ بدلے ہزار رنگ اگر
تیری عادت بدل نہیں سکتا

اٹھتے بیٹھتے چلے پھرے اپنے
یہ تو سارے ہیں کام طاقت کے
خاک پہلو کو ناتواں بدلے
اٹھ کے لے درد تو بدلوا دے
ہیں تو کروٹ بدل نہیں سکتا

ہائے قابو سے دل نکل ہی گیا
آنے والا تھا ان پہ آکے رہا
کام کچھ روک تھام سے نہ چلا
دل کو روکا بہت مگر نہ رکا
گرنے والا سنبھل نہیں سکتا

سیٹھ کی بھی تو کچھ سنو اے کیف
جا کے اس فن کی داد دو اے کیف
فکر جیب بھر کے کچھ کر لے کیف
ٹونک سے اب نہیں چلو اے کیف
بے پیسے کام چل نہیں سکتا

خمسہ دیگر

بدنصیب ایسا آدمی ہی نہیں
کوئی شے میرے نام کی ہی نہیں
غم سے فرصت کبھی ملی ہی نہیں
بیخودی مجھکو چھوڑتی ہی نہیں

غم بھی نایاب ہے خوشی ہی نہیں

روگ ہے یہ کہ آشنائی ہے | جس نے دم پہ بری بنائی ہے
خواب دیکھا نہ نیند آئی ہے | آنکھ جس روز سے لگائی ہے

آنکھ اس روز سے لگی ہی نہیں

غیر ممکن رسائی بھی ہے جہاں | لطف ہے یہ خیال اور وہاں
ہے فقط یہ میرا گمان ہی گمان | ہیں کہاں اور وصالِ یار کہاں

ایسی قسمت تھے ملی ہی نہیں

جو بڑے مہرباں تھے اپنے | جو کہ دم دوستی کا بھرتے تھے
جن کو دعوے تھے آشنائی کے | اب وہ انجان ہو گئے ایسے

کچھ ملاقات جیسے تھی ہی نہیں

دیکھنے ہی کا ہے فقط پیکر | جان ہی کب ہے جسم کے اندر
ہم سے کیا لیگی اب قضا آکر | موت سے پہلے مر مٹے تم پر

زندگی اپنی زندگی ہی نہیں

کس کا دنیا میں اعتبار کریں | کس کو اپنا بنائیں دنیا میں
دوست سمجھیں تو اب کسے سمجھیں | ربط کس سے بڑھائیں دنیا میں

کوئی ملنے کا آدمی ہی نہیں

ہم جو کہتے ہیں کر دکھاتے ہیں | بات یہ ہے زباں کے سچے ہیں
سیف ہم کوئی ایسے ویسے ہیں | کیف ہم اپنی دھن کے پکے ہیں

ہمنے سچے گھڑے کی پی ہی نہیں

ختم

لطافت کو جو در بناتے ہو یہ کیا کرتے ہو | مل کے مٹی میں ملاتے ہو یہ کیا کرتے ہو

ظلم ڈھاتے ہو تو ڈھاتے ہو یہ کیا کرتے ہو دل کو بے آگ جلاتے ہو یہ کیا کرتے ہو
کونسی آگ لگاتے ہو یہ کیا کرتے ہو

یہ نئی طرح کی چوری یہ نیا ہے سرقہ سچ تو یہ بات ہے ایسا کہیں دیکھا
آپ ہی اپنے پہ الزام لگاتے ہو یہ کیا چور بنتے ہو شب وصل چرا کر
اپنا مال آپ چرالتے ہو یہ کیا کرتے ہو

لطف میں بھی وہی انداز جفا کا سا ہی یوں نہیں یوں سہی تم کو تو ستم کرنا ہے
اس کرم سے تو ستم ہی میری جان اچھا ہی آدمی ظلم کا مارا تو پنپ جاتا ہے
مہربانی سے مٹاتے ہو یہ کیا کرتے ہو

کس توقع پہ جئے کوئی بھلا سوچو تو کو کسی طرح کی ہو آس تو ہو کچھ دل کو
مہربانی نہ سہی خیر یوں ہی جینے دو ظلم جانے دو ستم کے تو روادار رہو
یہ سہارا بھی مٹاتے ہو یہ کیا کرتے ہو

ہاں غلط ہے میرا اصرار یہ بیشک نہ بجا نہ کرو وصل کا اقرار یہ میں نے مانا
جسکو کرتے ہو اسی کام سے انکار یہ کیا عذر وصلت تو بجا غیر سے ملنا کیا
وہ تو اک بات بناتے ہو یہ کیا کرتے ہو

مہربان کیا ہوئے وہ لطف و کرم اگلے سے کیوں بدل بیٹھے تم اسطرح سے ملتے ملتے
کیا سے کیا ہو گئے تم ہائے یہ کیا کر بیٹھے جب تمہیں لطف بھی کرتے تھے وہ کیا کرتے تھے
اب تمہیں ظلم بھی ڈھاتے ہو یہ کیا کرتے ہو

ہائے اول تو وفا عہد کا ہونا کیسا اور جو ہو گا بھی تو محشر ہی میں پورا ہو گا
مجھ پہ دنیا ہی میں کیوں کرتے ہو محشر برپا اک قیامت کی مصیبت ہے تمہارا وعدہ
کس مصیبت میں پھنساتے ہو یہ کیا کرتے ہو

حسن کے نام کو یہ عیب لگانا ہے برا اس برائی پہ بھلا کون کہے گا اچھا

ایسی صورت پہ ہے یہ بات تمہیں نازیبا — تم ہو معشوق برائی ہے بُروں کا شیوہ
کیا سے تم کب ہوئے جانے ہو یہ کیا کرتے ہو

حضرت سیف ذرا ہوش میں کرتے ہیں کلام — ہوشیاری کا نہ لیتا کبھی بھولے کے نام
کام وہ کرتے ہیں جس کا ہوا اچھا انجام — عالم بے خبری میں ہے نہایت آرام

خمسہ دیگر

بدگمانی نے کہنے دیں نہ کہیں — دل سے لب تک نہ آسکیں نہ کہیں
دل کی دل ہی میں رہ گئیں نہ کہیں — دل کی باتیں جو خاص تھیں نہ کہیں
نہ کہیں اُن سے ہمنشیں نہ کہیں

اپنا چاہا ہوا ہوا نہ ہوا — حال اُس نے سُنا سُنا نہ سُنا
اسکو موقع ملا ملا نہ ملا — واں پیامی گیا گیا نہ گیا
ساری باتیں کہیں کہیں نہ کہیں

غم ہمیں کیا نرالے سکتے ہیں — پھوٹ کر دل کے چھالے کہتے ہیں
آہ کہتی ہے نالے کہتے ہیں — درد دل درد والے کہتے ہیں
غیر نے سختیاں سہیں نہ کہیں

یار ہر شخص سے ہوا نہ کرو — یہ نہ کرنے کی کیا نہ کرو
ہر کہیں یوں رہا سہا نہ کرو — ہر کسی سے بُرا بھلا نہ کرو
دھوکا کھا جاؤ گے کہیں نہ کہیں

اپنی ہیٹی کریں گے محشر میں — کہہ کے کیا تم سے لیں گے محشر میں
ہم تو چپ ہی رہیں گے محشر میں — کیا سمجھ کر کہیں گے محشر میں
تم سے جب حشر میں کہیں نہ کہیں

بے ثباتی سے اپنی ڈرتا ہے
دل سے یہ دھیان کیا اُترتا ہے
دم تو دم موت ہی کا بھرتا ہے
شک یہ ہر وقت پر گذرتا ہے
ہو بھی وقت واپسیں نہ کہیں

سیف رطب اللسانیوں سے تیری
سیف ان گلفشانیوں سے تیری
سیف ان نکتہ دانیوں سے تیری
کیف رنگین بیانیوں سے تیری
باغ بن جائے یہ زمین نہ کہیں

خمسہ بر غزل کیف صاحب

کیف

تری طینت میں تو شوخی شرمگین آتی نہیں
مان بھی لے رات اب لے مہ جبیں آتی نہیں
ہاں جہاں کرنیکا موقع ہو وہیں آتی نہیں
ضد مناسب وصل میں آتی نہیں آتی نہیں
یوں بھی کرتا ہے بھلا کوئی کہیں آتی نہیں

ناز متوالے ادا بیباک آنکھوں میں خمار
اس طلب پر جان صدقے اوس پہ دل نثار
وہ بناوٹ کی جھجک اور یہ طلب بے اختیار
مانگنے بھی بیٹھے ہیں ساغر پہ ساغر بار بار
اور یہ بھی کہتے جاتے ہیں نہیں آتی نہیں

یا سنبھالوں اپنے دلکو یا تمہیں کو چھوڑ دوں
چاہنے والا تو ہوں پر حد کا غیرت دار ہوں
کچھ سمجھ ہی میں نہیں آتا ہے آخر کیا کروں
تم ہٹے جاؤ عدو سے اور میں تم سے ملوں
میری غیرت میری خو ایسی نہیں آتی نہیں

نا امیدی سے امید ارمان ملالوں کے خلاف
سارے گھر والے ہیں گھر میں رہنے والوں کے خلاف
صبر سے بے چینیاں ہیں ضبط نالوں سے خلاف
دل میں رہکر خار غم پہلو کے چھالوں سے خلاف
پھوٹنا چاہتی تربت سر میں ہے کہیں آتی نہیں

منفعل آنکھیں چھپائے سو بھی چھپتی ہیں کہیں | ہم نے شرمیلی بتیرے جان لیں پہچان لیں
کھا گئے دھوکا کہیں یہ آگیا ہم کو یقین | دل نے ہو غیرت یہ اس لئے تھے نہیں
ورنہ شرمیلی نگاہیں شرمگیں آتی نہیں

اس وفاداری کو تو اب بھی سمجھا ہائے ہائے | دوستی وہ ہے جو دل سے دشمنی میں بھی نباہے
تو نے دیکھا بھی کہ در پردہ ہمیں پھر کام ... | یہ ہمارے دل [illegible] دشمن سے اٹھے
ورنہ تیری نازکی سے نازنیں آتی نہیں

دل کے دل ہی رہ گئی یہ تمنا عمر بھر | [illegible] عالم نہیں ہے کیا [illegible]
ایسی تنہائی کہاں سے لاؤں اب ای چشم تر | [illegible] تنہائی [illegible]
دونوں عالم میں جگہ خالی کہیں آتی نہیں

یا الٰہی اس سے دونا چوگنا ہو اس کا راج | [illegible]
ہے اسی راجہ کے دم سے قدردانی کا رواج | قدر [illegible]
کیف قدر شعر گوئی اب کہیں آتی نہیں

تمام شد

سیر الطیبات

یعنی

مشاہیر نسواں

[illegible]

اِعلان

عاشقان بیان محمدی و شیفتگان جمال احمدی کو مژدہ ہو کہ

وسیلۂ شفاعت (معروف بہ) اصلی دیوان کیف

مصنفہ جناب حافظ عالمگیر خاں صاحب متخلص بہ کیف متوطن قصبہ محمود آباد عرف ٹونک جس کے و صدے آپ مشتاق تھے زر کثیر صرف کر کے بعد تجدید نظر ثانی نہایت آب و تاب سے چھپوایا گیا۔ یہ دیوان مذکور کے طبع و شائع کرنیکے متعلق جملہ حقوق میں نے مصنف ممدوح سے حاصل کر لئے ہیں کوئی صاحب بلا اجازت میرے اس کل یا جزء چھاپنے یا چھپوانے کا قصد نہ فرمائیں ورنہ بخیال نفع نقصان اُٹھائینگے جسقدر جلدیں چاہئیں۔ مینیجر ابو العلائی اسٹیم پریس آگرہ سے طلب فرمائیں۔

المشتہر

حافظ فیاض الدین خلف جناب شیخ غفور بخش صاحب مرحوم تاجر

[illegible]

Title – [illegible]

[illegible]

Author – [illegible]

Publisher – The Indian Press [illegible] ([illegible])

Date – Not Available

Pages – [illegible]

Subject – [illegible]